تفضیل احمد ضیغم

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

ہمیں حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کیوں ہے؟

تفضیل احمد ضیغم

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

نام کتاب	ہمیں حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کیوں ہے؟
تالیف	تفضیل احمد ضیغم
طابع وناشر	مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی
سال اشاعت	جولائی ۲۰۱۴ء
تعداد اشاعت	ایک ہزار ایک سو
صفحات	96

مکتبۃ الفہیم ریحان مارکیٹ، ڈھوبیا املی روڈ، صدر چوک مئوناتھ بھنجن

القرآن پبلیکیشنز سری نگر	اسلام ورلڈ بنگلور، چار مینار بک سنٹر بنگلور
اسلامک بک سروس سری نگر	مکتبہ دارالسلام سری نگر، مکتبہ مسلم سری نگر
سلفیہ بک شاپ سری نگر، امین بک سینٹر نوگرھ	مکتبہ المعارف ممبئی، عمری بک ڈپو ممبئی
ھدیٰ بک ڈسٹریبیوٹرس حیدرآباد	حافظ عبدالخالق صاحب عالیاوی ناندیڑ
دکن ٹریڈرس مغل پورہ حیدرآباد	مکتبہ دارالسلام اننت ناگ کشمیر
محفوظ بک ڈپو مالیگاؤں، خیر بک ڈپو ڈمریا گنج	اسلامک بک سینٹر، بنرگٹا، بنگلور
کوہ نور انٹرپرائزز اورنگ آباد	اسلامک انفارمیشن سینٹر کرلا ممبئی

فہرست

❀❀❀

انتساب

اپنی والدہ محترمہ

کے نام

حرفِ ہم نوا

محترم **محمد سلیم جباری** صاحب (نائب ایڈیٹر، ماہنامہ علم و آگہی، فیصل آباد)

تاریخ کا مسافر ایسے ویرانے میں پہنچ کر حیران کھڑا ہے کہ جہاں ہر سو انسانوں کے کٹے ہوئے لاشے اور خون بکھرا پڑا ہے۔ لاشے نوجوانوں کے بھی ہیں اور معصوم بچوں کے بھی بلکہ ایک طرف تو شیرخوار بچے کے حلق میں تیر اٹکا ہوا ہے۔ بھلا اس نے کیا جرم کیا ہوگا، دوسری طرف ایک سر ہے کہ نیزے پر اٹکا کر فضا میں لہرا دیا گیا ہے۔ قریب چند خیمے ہیں جنہیں آگ لگائی جا چکی ہے۔ اب ان خیموں سے آہوں اور سسکیوں کے سوا کچھ سنائی نہیں دیتا۔ ان خیموں میں وہ پاکباز عورتیں ہیں جن کے چہروں کو کبھی آسمان نے بھی نہ دیکھا ہوگا۔

وطن سے دور صحرا میں ان عورتوں کا واحد سہارا چند سال کا ایک بچہ ہے اور وہ بھی بیمار۔ جہاں اس معصوم بچے کے کمزور و ناتواں کندھوں پر ان عورتوں کی نگرانی اور کفالت کا بوجھ ہے وہاں اس کی وراثت فقط بے گور و کفن لاشیں ہیں جنہیں دفن کرنے کے لئے اس کا ساتھ دینے والا بھی کوئی نہیں۔

ذرا رکیے! یہ خانہ ویرانی کس کی ہوئی؟ نیزے پر لہراتا ہوا یہ سر کس کا ہے؟ خاک میں اٹے ہوئے یہ ہونٹ کس کے ہیں؟...... ہاں یہ وہی ہونٹ ہیں جنہیں وہ ہونٹ چومتے تھے جن سے وحی کے مقدس پھول جھڑتے تھے، یہ سر وہی ہے جسے جنتی جوانوں کی سرداری کا تاج پہنائے جانے کا وعدہ خود سردارِ دو جہاں نے دیا تھا۔ اب وہ سر تاجپوشی کے لئے تیار ہو چکا تھا۔ کٹنے والا یہ خاندان وہی تھا جس کی رگوں میں اس نبی کا مقدس خون بہتا تھا جس

نے زندگی بھر کسی کو ذرہ بھر تکلیف نہ دی تھی بلکہ پتھر مارنے والوں کو بھی جھولی پھیلا کر دعائیں دیا کرتا تھا۔

ان قربان ہونے والے جوانوں کو ان پاکباز ہستیوں نے جنم دیا تھا جن کی زندگیاں آسمان سے برسنے والے پانی سے بھی زیادہ پاک و شفاف تھیں۔ خاک کربلا پر تڑپنے والی یہ لاش اور نیزے پر لہرایا ہوا یہ سر اس جگر گوشہ بتول کا تھا جسے ناطق وحی نے اپنی مقدس چادر میں لپیٹ کر فرمایا ہے...... "مجھے ان سے محبت ہے، اللہ تو بھی ان سے محبت فرما اور جو ان سے محبت کرے ان سے بھی محبت فرما۔"

یہی وہ مژدہ جانفزا تھا جس کے باعث اصحاب نبی حسین رضی اللہ عنہ سے محبت اپنے ایمان کا جزو سمجھتے تھے۔

اگر صفحات تنگ دامنی کا شکوہ نہ کریں تو میں محبت حسین میں پروئی جانے والی سلک مروارید سے چند نگینے دکھانے کا عزم رکھتا ہوں۔ انبیاء و رسل کے بعد سب سے عظیم ہستی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے وہ فرمایا کرتے تھے لوگو! مجھے حسین سے محبت ہے تم بھی ان کی عزت کرو اور خدمت کرو۔ ان کا حق پہچانو بلکہ ایک مرتبہ تو محبت نے یہاں تک جوش مارا فرمایا حسینؓ تم مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز ہو۔

حسینؓ کے نانا کے بعد اگر کسی کے سر پر تاج نبوت و رسالت سجتا تو وہ فاروق اعظمؓ کی ذاتِ گرامی تھی۔ اُسی فاروق اعظمؓ کے دور حکومت میں ایک مرتبہ یمن کے گورنر نے حلّے مدینہ منورہ بھیجے، فاروق اعظمؓ نے لوگوں میں تقسیم فرما دیئے۔ حسن و حسنین بعد میں پہنچے تو فاروق اعظم بے قرار ہو گئے کہ جنتی شہزادے تو محروم رہ گئے۔ فوراً یمن کے گورنر کو خط لکھا کہ دو بہترین حلّے روانہ کرو۔ جب تک شہزادوں کو پہنا نہ دیئے بے قراری ختم نہ ہوئی۔

پیغمبر ﷺ کا وہ دوہرا داماد جس سے آسمان کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں، اس نے مسجدِ نبویؐ کے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ لوگو! جسے اللہ کے نبیؐ سے محبت ہے اس پر فرض ہے کہ وہ حسن و حسین سے بھی محبت کرے۔ اور ان کے مقام و مرتبے کی قدر کرے۔

میرے دوست مولانا تفضیل احمد ضیغم صاحب نے محبت کے انہی چراغوں کو روشن کرنے کے لئے قلم اٹھایا ہے۔ اگر وہ محبت حسین کو جزوِ ایمان سمجھتے ہیں تو میں بھی ان کا ہم نوا ہوں۔ اگر ان کا عقیدہ ہے کہ محبتِ حسینؓ جزوِ ایمان ہے تو میرے ایمان کا پیمانہ بھی اس وقت تک نہیں بھرتا جب تک میں محبتِ حسین کو اس میں شامل نہ کرلوں۔

میں حسینؓ سے محبت کیوں نہ کروں؟ کہ میرے نبیؐ نے ان سے محبت کی اس حادثہ خونچکاں کی بے جا تحقیق میں ڈوب جانے والوں نے محبت حسین سے محروم ہو کر جو گرد اڑائی ہے میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ چھوٹی سی کتاب اسے بٹھانے میں موثر کردار ادا کرے گی۔

دعا ہے کہ اللہ میرے ہم نوا کے قلم کو یونہی تازہ رکھے۔ اس چھوٹی سی عمر میں ان کے کام کی یہ عمدگی بتا رہی ہے کہ ان کے مستقبل کا دھارا کامیابی کی طرف ہے۔ اللہ انہیں حاسدوں کے حسد اور شریروں کے شر سے محفوظ فرمائے۔ آمین

محمد سلیم جباری
۵ ذی الحجہ ۲۰۰۶ء

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یُؤْمِنُوْنَ
حَتّٰی یُحِبُّوْکُمْ لِلّٰهِ وَلِقَرَابَتِیْ

’’مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے، جب تک اللہ تعالیٰ اور میری قرابت کا لحاظ رکھتے ہوئے تم سے (اے اہل بیت) محبت نہ کریں۔‘‘

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ)

گلہائے عقیدت

یہ کوئی بہت بڑی کتاب تو نہیں چند مختصر سے اوراق ہیں اور میرے قلم میں ادیبوں کی آب و تاب بھی نہیں' لیکن اہلِ بیت کی مدح کا مجھ پر قرض تھا' خصوصاً مدحتِ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سینے سے لگاتے اور کبھی ہونٹوں سے بوسہ دیتے ہوئے رب کے حضور یوں دعائیں کیا کرتے:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّی اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَاَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا﴾[۱]

''اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں' تو بھی ان سے محبت کر اور جو ان سے محبت کرتا ہے' اس سے بھی محبت رکھ۔''

یہ وہ دعائیں ہیں' کہ مسند حدیث پر بیٹھ کر جب میں طالب علموں کو احادیث پڑھاتا تو ان دعائیہ احادیث سے گزرتے ہوئے خود کو مجرم محسوس کرتا تھا اور اس مقدس مسند پر بیٹھتے ہوئے شرم آتی کہ جس مسند کے طفیل مجھ سے کم علم' کم فہم اور ناکارہ آدمی کو اللہ نے بے شمار انعامات سے نوازا ہے' اس مسند کا مالک ہم سے حسین کی محبت کا تقاضہ کرے' تو ہماری زبانیں گنگ اور قلم خاموش رہیں...... آہ یہ کس قدر بخیلی ہے' کسی شاہ و وزیر کی مدح میں تو ہمارے قلم قصائد کے انبار لگا دیں' لیکن سردار دو عالم کے نواسوں کیلئے ہماری محبتوں کے خزانے خالی رہیں' بلکہ ہمارے قلم تحقیق کے نام پر حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے گھر کی دیواروں میں نقب لگانے اور اینٹیں اکھاڑنے میں تیشے کا کام کرتے رہیں۔ ہاں ایسے ظالم قلم کو خم دے کے توڑ دینا بھی مدحتِ حسین رضی اللہ عنہ ہے۔

ہمارے ہاں عظمتِ حسین رضی اللہ عنہ کو عموماً دو طریقوں سے بیان کیا جاتا ہے۔

---

[۱] حسن جامع ترمذی کتاب المناقب

(۱) خانوادہ حسین کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے تاریخ کی کتابوں میں کھو جانا اور روتے دھوتے' واویلا کرتے ہوئے اس صابر وشاکر خاندان کے صبر کا مذاق اڑانا۔ (۲) حسین رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کسی اور شخصیت سے کرتے ہوئے تحقیق کے نام پر ایک کو حق پر اور دوسرے کو باطل پر ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگانا' حالانکہ خانوادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عظمت ورفعت میں اتنا بلند ہے کہ کسی اور خاندان کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنا ہی کم فہمی ہے۔ جس حسین رضی اللہ عنہ کی تعریف خود رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کریں اور انہیں جنتی مردوں کا سردار قرار دیں۔ بھلا اس کا مقابلہ کسی ایسی شخصیت سے کیسے ہوسکتا ہے' جس کی تعریف کیلئے ارد گرد سے اشارے کھینچنے پڑیں اور کئی راستے تلاش کرنے کی ضرورت پڑے۔

میں نے مدحتِ حسنین رضی اللہ عنہما کیلئے تاریخ کو ایک طرف رکھ کے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلنے والے پھولوں کو چن کر ایک گلدستہ تیار کرنے کی سعی کی ہے اور بطور خاص اس بات کا التزام کیا ہے کہ روایات میں کسی قسم کا کوئی ضعف نہ ہو اس لئے احادیث کے حوالہ جات نقل کرنے کے ساتھ محدثین کا حکم بھی نقل کر دیا ہے۔ اور یہ مختصر سی کتاب دراصل محرم الحرام کے دوران میرے دیئے گئے چار لیکچرز کا مجموعہ ہے میں اپنے ان احباب کا ممنون ہوں جنھوں نے میری توجہ اس کی اشاعت پر مبذول کروائی۔

تفضیل احمد ضیغم

۱۲ مارچ ۲۰۰۵ء

یکم صفر ۱۴۲۶ھ

محبت کیا ہے؟

محبوب کی اطاعت کرنے اور اس کی ہر بات ماننے کا نام محبت ہے اپنی ہر پسند اور خواہش کو محبوب کی پسند اور اپنی ہر ناپسند کو محبوب کی ناپسند میں فنا کر دینا محبت کہلاتا ہے۔ محبت کرنے والے کی نہ اپنی پسند رہتی ہے اور نہ ناپسند۔ اگر اس سے پوچھا جائے کہ تجھے کون سی چیز پسند ہے' تو وہ کہتا ہے وہی جو محبوب کو اچھی لگتی ہے اور اگر پوچھا جائے تجھے کون سی چیز ناپسند ہے' تو جواب ہوتا ہے وہی جو محبوب کو ناپسند ہے۔ یعنی محبت یہ ہے کہ محبوب کو جو چیز پسند ہے اسے سینے سے لگا لیا جائے اور جس چیز کو وہ برا سمجھتا ہے' اس کو طلاق دے دی جائے۔ اسی چیز کو محبتِ رسول اللہ ﷺ کے آئینہ میں رکھ کر دیکھا جائے تو نتیجہ یہ نکلے گا' ہر وہ چیز جو رسول اللہ ﷺ کو پسند ہے' اس کو اختیار کر لینا اور ہر وہ چیز جو انہیں ناپسند ہے' اس کو چھوڑ دینا محبت رسول ﷺ ہے اور محبت رسول ﷺ ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ [۱]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا' جب تک میں اس کے نزدیک اس کے اہل' مال اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

اب دیکھنا یہ ہے کہ جو چیزیں رسول اللہ ﷺ کو محبوب ہیں' ہم بھی ان کیلئے اپنے دل میں محبت محسوس کرتے ہیں' تو ہمارا ایمان خالص ہے۔ اگر دل کے گوشے ان چیزوں کی

---

[۱] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان

محبت سے خالی ہیں' تو ہمارے ایمان میں نقص ہے۔ مضمون کا مطلوب و مقصود صرف وہ لوگ ہیں' جن سے نبی ﷺ نے محبت کا اظہار اپنی زبان مبارک سے کیا تو محبتِ رسول ﷺ کا یہ ایک لازمی تقاضہ ہے کہ جو اشخاص و افراد رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں' وہ ہمارے بھی محبوب بن جائیں۔ ایسی پاکباز ہستیوں میں سے ہم ان لوگوں کا ذکر کرنا چاہتے ہیں' جنہیں اہلِ بیت کہا جاتا ہے اور اہلِ بیت میں سے بھی خصوصیت کے ساتھ حسنین کریمین کا جن سے بار بار رسول اللہ ﷺ نے محبت کا اظہار کیا' آئندہ اوراق انہی محبوب شخصیات کے ذکر خیر سے مزین ہیں۔

اہلِ بیت کی محبت کو تھامے رکھنا

اہلِ بیت سے محبت کرنے کا حکم خود رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے۔ صحابہ کرام اور آنے والے لوگوں کو بطور وصیت کے فرمایا تھا کہ تم کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھنا اور دیکھنا ....حُبِ اہلِ بیت کو نہ کہیں گنوا بیٹھنا۔ اس سلسلہ میں امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ایک لمبی حدیث نقل کی ہے:

''یزید بن حیان بیان کرتے ہیں کہ میں، حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم (تینوں) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے' جب ہم ان کے پاس بیٹھے تو حصین کہنے لگے: جناب زید! آپ کو بہت فضیلت حاصل ہے' آپ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے' آپ کی باتوں کو سنا ہے' آپ کے ساتھ جنگی سفر کیے ہیں' آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کا شرف حاصل کیا' غرض آپ کو بہت سے فضائل حاصل ہوئے ہیں۔ آپ ہمیں چند باتیں بیان فرمائیں' جو آپ نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنی ہوں۔
وہ فرمانے لگے: بھتیجے! اللہ کی قسم! میری عمر بڑی ہوگئی ہے' آپ سے ملاقات کو عرصہ دراز ہوگیا ہے' ہوسکتا ہے آپ ﷺ سے سنی ہوئی باتیں بھی بھول گئی ہوں۔ لہٰذا میں جو کچھ تمہیں بیان کروں' اسے لے لینا اور جو بیان نہ کرسکوں اس میں مجھے معذور سمجھنا۔
پھر فرمانے لگے: ایک دن رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان

غدیر خم کے مقام پر خطاب فرمانے کیلئے کھڑے ہوئے‘ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد کچھ وعظ و نصیحت فرمائی‘ پھر فرمایا:

أَمَّا بَعْدُ أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ أَنْ يَأتِيَ رَسُوْلُ رَبِّي فَأُجِيْبَ وَأَنَا تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ الْهُدٰى وَالنُّوْرُ فَخُذُوا بِكِتَابُ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهٖ فَحَثَّ عَلٰى كِتَابُ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ وَاَهْلُ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي اَهْلِ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي اَهْلِ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي۔[1]

’’اے لوگو! میں ایک انسان ہوں‘ بہت ممکن ہے کہ میرے رب تعالیٰ کی طرف سے بلانے والا میرے پاس آ جائے اور میں لبیک کہہ دوں۔ میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں‘ ان میں سے ایک تو اللہ کی کتاب ہے‘ جس میں ہدایت اور روشنی ہے‘ اس لئے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔ پھر آپ نے لوگوں کو کتاب اللہ کی طرف رغبت دلائی۔ پھر آپ نے فرمایا دوسری چیز میرے اہلِ بیت ہیں‘ میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں‘ میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں‘ میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔‘‘

حصین نے پوچھا ’’جناب زید! نبی ﷺ کے اہلِ بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی بیویاں اہلِ بیت سے نہیں۔ وہ کہنے لگے آپ کی بیویاں آپ کے اہلِ بیت سے ہیں‘ لیکن اصل اہلِ بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ حصین نے کہا: وہ کون ہیں؟ فرمانے لگے آلِ علی‘ آلِ عقیل‘ آلِ جعفر اور آلِ عباس۔ حصین نے پوچھا ان پر صدقہ حرام ہے؟ فرمانے لگے ’’ہاں‘‘۔

---

[1] صحیح مسلم‘ فضائل صحابہ‘ باب فضائل علی رضی اللہ عنہ

اہلِ بیت سے کون مراد ہیں؟ اس کا ذکر بعد والی فصول میں آئے گا۔ یہاں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ نبی ﷺ نے تین دفعہ اللہ کا نام لے کر اپنے گھر والوں کو یاد رکھنے کا حکم اپنی امت کو دیا۔ یاد رکھنا ایسے ہی ہوتا ہے' جیسے کوئی بندہ اپنے قریبی عزیز کے بارے میں اپنے ملنے جلنے والوں کو کہہ دے کہ یہ میرا قریبی ہے' اسے تم یاد رکھنا۔ کیا مطلب؟ اس کی مشکل کو اپنی مشکل سمجھنا' اس کی خوشی میں خوش ہونا' اس کی غمی پہ غمزدہ ہونا۔ یہ کام تب ہی ممکن ہے جب بندہ اس سے محبت کرے' تو اہلِ بیت کو اللہ کیلئے یاد رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ دل میں ان کی محبت بسائے رکھنا' ان کا دفاع کرنا' ان کا ذکرِ خیر کرنا' ان کی مدح کرنا اور انہیں رسول اللہ ﷺ کا محبوب سمجھتے ہوئے اپنا بھی محبوب سمجھنا۔

اہلِ بیت سے بغض رکھنے والا دوزخی ہے:

اہلِ بیت سے محبت رکھنا جزوِ ایمان ہے اور اہلِ بیت سے دشمنی رکھنا جہنم میں جانے کا سبب ہے۔ اس لئے کہ ان سے دشمنی رکھنا درحقیقت رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں سے دشمنی رکھنا ہے۔ اس کی دلیل میں درج ذیل حدیث کس قدر واضح ہے' جسے علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے سلسلہ احادیث صحیحہ میں نقل کیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَا يُبْغِضُنَا اَهْلَ الْبَيْتِ اَحَدٌ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ﴾[1]

''مجھے اس ذاتِ اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' ہم اہلِ بیت سے جو بندہ بھی بغض رکھے' اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا۔''

اس حدیث نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اہلِ بیت سے محبت رسول اللہ ﷺ سے محبت اور اہلِ بیت سے دشمنی رسول اللہ ﷺ سے دشمنی ہے۔ اس لئے کہ پیغمبر کائنات ﷺ نے ﴿يُبْغِضُنَا﴾ کہہ کے خود اس دشمنی کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ کا دشمن کبھی فلاح و نجات نہیں پا سکتا۔

---

[1] سلسلة الاحاديث الصحيحه ج۵' صفحه ۶۴۳ ح ۲۴۸۸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلِ بیت سے نسبت قیامت والے دن بھی ختم نہ ہوگی

شیخ البانی رحمہ اللہ نے سلسلہ احادیث صحیحہ میں ایک اور روایت نقل کی ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ قیامت والے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور سارے رشتے ٹوٹ جائیں گے، لیکن جن کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی تعلق ہوا وہ نہیں ٹوٹے گا اور نسبی تعلق میں اہلِ بیت کا رشتہ سب سے زیادہ قریب ہے۔ حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا سَبَبِي وَ نَسَبِي[1]

''قیامت کے دن ہر واسطہ اور نسبی تعلق ختم ہو جائے گا، مگر میرا واسطہ اور نسبی تعلق قائم رہے گا۔''

نسبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی معمولی چیز نہیں ہے، لیکن یاد رہے حدیث مذکور میں نسبی تعلق سے مراد وہ اشخاص ہیں، جو اہلِ بیت سے ہیں اور جنہوں نے اسلام قبول کیا اور ایمان و عمل اور تقویٰ و طہارت میں بلند مقام پر فائز تھے۔

اہلِ بیت سے مراد کون لوگ ہیں......؟

آیات و احادیث کی روشنی میں دیکھا جائے تو درج ذیل تین قسم کے لوگ اہلِ بیت قرار پاتے ہیں۔

① نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اور آپ کی اولاد۔

② سیدنا علی و فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم۔

③ وہ لوگ جن پر آپ نے صدقہ حرام فرمایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اہلِ بیت سے ہیں، اس کی دلیل قرآن پاک کی درج ذیل آیت سے ہے:

---

[1] المعجم الكبير للطبرانی ح ۲۶۳۳، سلسلة الاحاديث الصحيحه ح ۲۰۳۶

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِیْ فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا○ وَقَرْنَ فِي بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى وَ أَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَءَاتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَأَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا○ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِي بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا○﴾[1]

''اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویو! تم دیگر اور عورتوں کی طرح نہیں ہو' اگر تم پرہیز گار رہنا چاہتی ہو تو کسی (اجنبی شخص) سے نرم نرم باتیں نہ کرو' تا کہ وہ شخص جس کے دل میں مرض ہو کوئی امید (نہ) پیدا کرے اور دستور کے مطابق بات کیا کرو اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جس طرح (پہلے) جاہلیت (کے دنوں) میں اظہار تجمل کرتی تھیں' اس طرح زینت نہ دکھاؤ اور نماز پڑھتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبردار رہو۔ اے (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے) اہلِ بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دور کر دے اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت (کی باتیں سنائی جاتی ہیں) ان کو یاد رکھو۔ بے شک اللہ باریک بین (اور) باخبر ہے۔''

ان آیات کا آغاز ''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویو! سے ہوتا ہے۔ دوسری آیت یہاں سے شروع ہوتی ہے ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوْتِكُنَّ﴾ (اپنے گھروں میں ٹھہری رہو) تیسری آیت ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِي بُيُوْتِكُنَّ﴾ میں بھی خطاب بیویوں سے ہے۔ تینوں آیات کا سیاق و سباق ظاہر کرتا ہے کہ خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے ہے اور یہاں ان کو ہی اہلِ بیت کہہ کے ان الفاظ میں آیات کی غرض و غایت بیان کی گئی ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ

[1] سورۃ الاحزاب آیت ۳۲، ۳۳، ۳۴ ترجمہ فتح محمد جالندھری

تَطْهِيْرًا﴾

''اے اہلِ بیت اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کامیل کچیل) دور کر دے اور تمہیں بالکل پاک وصاف کر دے۔''

مولانا مودودی رحمہ اللہ تفہیم القرآن میں اس آیت کے ضمن میں رقمطراز ہیں:

''یہاں اہلِ بیت سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں' کیونکہ خطاب کا آغاز ہی یا نساء النبی کے الفاظ سے کیا گیا ہے اور ماقبل اور مابعد کی تقریر میں وہی مخاطب ہیں' علاوہ بریں ''اہلِ بیت'' کا لفظ عربی زبان میں ٹھیک انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے' جن میں ہم ''گھر والوں'' کا لفظ بولتے ہیں اور اس کے مفہوم میں آدمی کی بیوی اور اس کے بچے دونوں شامل ہوتے ہیں۔ بیوی کو مستثنیٰ کر کے اہلِ خانہ کا لفظ کوئی نہیں بولتا۔'' (تفہیم القرآن جلد ۴ سورۃ احزاب آیت ۳۳)

اہلِ بیت کا لفظ قرآن حکیم میں دو اور جگہ بھی استعمال ہوا ہے اور دونوں جگہ اس کے مفہوم میں بیوی کو شامل کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کیلئے اہلِ بیت کا لفظ

سورہ ہود میں ہے کہ فرشتے جب قوم لوط کو تباہ کرنے کی غرض سے آئے تو پہلے مہمانوں کی شکل میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے مہمانی کے طور پر ایک بھنا ہوا بچھڑا ان کے سامنے رکھا۔ فرشتے چونکہ کھانے کی حاجات سے پاک ہیں' اس لئے انہوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا۔ ابراہیم علیہ السلام اس بات سے ذرا گھبرائے تو فرشتوں نے کہا آپ مت ڈریئے' ہمیں تو قومِ لُوط کی طرف ان کو تباہ کرنے کیلئے بھیجا گیا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ کھڑی اس مکالمہ کو سن رہی تھیں' وہ یہ بات سن کے ہنس پڑیں۔ اس پر فرشتوں نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی کہ اللہ انہیں اولاد سے نوازے گا۔ سیدہ سارہ نے تعجب سے کہا کیا میں بچہ جنوں گی' جبکہ میں خود بوڑھی اور میرا خاوند بھی بوڑھا ہے۔ اس پر فرشتوں نے جواب دیا:

أَتَعْجَبِيْنَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ

(سورۃ ھود آیت ۷۳)

''کیا تم اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہو؟ اے اہل بیت (نبوت) تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔''

صاف ظاہر ہے یہاں خطاب ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سے تھا اور انہیں ابراہیم علیہ السلام کے اہلِ بیت کہہ کے مخاطب کیا گیا ہے۔

عموماً اہلِ بیت کا ترجمہ گھر والے ہی کیا جاتا ہے اور گھر والوں میں آدمی کے بیوی بچے خصوصاً شامل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ القصص میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے کہ شیر خوارگی کے زمانہ میں جب فرعون کے گھر پہنچے اور فرعون کی بیوی کو کسی ایسی عورت کی تلاش ہوئی جو اس بچے کو دودھ پلائے تو موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے جا کر ان الفاظ میں ان کی راہنمائی کی:

﴿هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلٰى أَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ﴾

(سورۃ القصص آیت ۱۲)

''کیا میں تمہیں ایسے گھر والوں کا پتہ نہ بتاؤں جو تمہارے اس بچے کی پرورش کریں اور وہ (اس بچے) کے خیر خواہ بھی ہوں۔''

یہ تمام آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ گھر والوں میں بیوی شامل ہوتی ہے اور خصوصاً پچھلی دو آیات میں تو کہا ہی اہلِ بیت بیویوں کو گیا ہے' اس لئے نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کو اہلِ بیت سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔

سیدنا علی و فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم

آیات قرآنیہ میں خطاب چونکہ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات سے تھا' اس لئے نبی ﷺ نے حضرت علی و فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بھی خصوصی طور پر اہلِ بیت میں شمار کیا ہے۔ اس کی دلیل صحیح مسلم کی یہ روایت ہے:

﴿قَالَتْ عَائِشَةُ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ

أَسْوَدَ فَجَاءَ الْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ فَأَدْخَلَهُ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ ثُمَّ جَاءَ تْ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَأَدْخَلَهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾[1]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ پر سیاہ بالوں کی بنی ہوئی ایک منقش چادر تھی۔ اتنے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ آ گئے' آپ نے ان کو چادر میں داخل فرمالیا' پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے تو وہ بھی ساتھ داخل ہو گئے' پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں' آپ نے انہیں بھی چادر میں داخل فرمالیا' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے آپ نے انہیں بھی داخل فرمالیا' پھر فرمایا اے اہلِ بیت اللہ تعالیٰ چاہتے کہ تم سے ہر بُری چیز دور فرما کے تمہیں اچھی طرح سے پاک وصاف کر دیں۔''

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

﴿عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ (فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَآءَ نَا وَأَبْنَاءَ كُمْ) دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلِيًّا وَ فَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلِيْ﴾[2]

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت مباہلہ نازل ہوئی' آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی' فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا' پھر فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل (بیت ہیں)۔''

اس آیت کا پسِ منظر یہ ہے کہ کچھ عیسائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مباہلہ کرنا چاہتے تھے' جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ کہنے لگے ہمیں ایک دن سوچنے کی مہلت دو پھر جب ان کی مجلس

---

[1] صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

[2] صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

مشاورت ہوئی تو ایک ہوش مند بوڑھے نے کہا اے گروہِ نصاریٰ! تمہیں معلوم ہے کہ اللہ نے بنی اسماعیل میں سے ایک نبی بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔ ممکن ہے یہ وہی نبی ہو اور تم لوگوں نے مباہلہ کیا' تو تمہاری کیا تمہاری نسلوں کی بھی خیر نہ ہوگی' اس لئے صلح کی درخواست دے کر جزیہ دینا قبول کر لو۔[1]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عاقب اور سید نصاریٰ کے دو پادری نجران سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' یہ لوگ آپ سے مباہلہ کرنا چاہتے تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا اگر یہ نبی ہوا اور ہم نے مباہلہ کیا تو ہماری خیر نہ ہوگی اور نہ ہماری اولاد کی' آخر وہ دونوں کہنے لگے جو جزیہ آپ مانگیں گے ہم وہ دینے کیلئے تیار ہیں اور کہا کہ ایک ایماندار آدمی ہمارے ساتھ کر دیجیے۔ یہ سن کر آپ کے صحابہ انتظار کرنے لگے (کہ آپ کس کو منتخب فرماتے ہیں) پھر آپ نے فرمایا ابوعبیدہ بن جراح اٹھو' جب وہ کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا اس امت کا امین یہ شخص ہے۔[2]

یہ خانوادہ حسین کی عظمت ہے کہ وہ چادر جسے قرآن حکیم میں ﴿یا ایھا المزمل﴾ کہہ کر پکارا گیا ہے' اس کی چھتری کے سایہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی و فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بٹھایا اور پھر محبت بھرے انداز میں انہیں اہلِ بیت کہہ کر پکارا۔

یہ بھی اس خاندان کی عظمت ہے کہ مباہلہ جس میں مرنے جینے کی قسم اٹھائی جاتی ہے' اس کیلئے آپ نے انہی چار اشخاص کا انتخاب کیا اور انہیں اپنے بیٹے بھی قرار دیا۔

وہ جن پر صدقہ حرام ہے:

اہلِ بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صدقہ حرام ہے' اس لئے کہ صدقہ و خیرات کو لوگوں کا میل کچیل کہا گیا ہے' جو ان کے مالوں کو پاک کرتا ہے اور اہلِ بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ و مقام بہت بلند ہے۔ یہ رتبہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ صدقہ نہ لیں۔ احادیث کو دیکھا جائے تو ازواج

[1] تیسیر القرآن عبدالرحمن کیلانی جلد اول سورۃ آل عمران آیت ۶۱

[2] صحیح بخاری کتاب المغازی باب قصۃ اھل نجران

مطہرات اور علی، حسین و حسن و فاطمہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ بھی کچھ لوگ ہیں جنہیں اہلِ بیت میں شمار کیا گیا ہے۔ جیسا کہ پیچھے روایت میں گزر چکا ہے کہ حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے دریافت کیا کہ اہلِ بیت سے کون لوگ مراد ہیں، تو انہوں نے فرمایا:

﴿أَهْلُ بَيْتِهِ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهُ قَالَ وَمَنْ هُمْ قَالَ هُمْ آلُ عَلِي وَآلُ عَقِيْلٍ وَآلُ جَعْفَرٍ وَآلُ عَبَّاسٍ قَالَ كُلُّ هٰؤُلَاءِ حُرِمَ الصَّدَقَةَ قَالَ نَعَمْ﴾[1]

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت سے مراد وہ لوگ ہیں، جن پر صدقہ حرام ہے (حصین نے) پوچھا وہ کون لوگ ہیں۔ فرمانے لگے آلِ علی، آلِ عقیل، آلِ جعفر اور آلِ عباس۔ پوچھا ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ فرمایا ''ہاں۔''

اہلِ بیت سے مراد اصل میں یہی لوگ ہیں، جو مذکورہ حدیث میں بیان ہو گئے اور ان سب پر صدقہ حرام ہے۔ پیچھے جو دو قسم کے لوگ بیان ہوئے، وہ بھی انہی میں شامل ہیں۔ ہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث اور قرآنی آیات نے انہیں خاص اہمیت دی ہے۔

یہ اہلِ بیت کی عظمت ہے کہ ان پر صدقہ حرام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں فرمادیا:

﴿إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنْبَغِي لِآلِ مُحَمَّدٍ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ﴾[2]

''بے شک صدقہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائق نہیں، یہ تو لوگوں کا میل کچیل ہے۔''

اللہ ہمیں اہلِ بیت کی خالص اور سچی محبت نصیب فرمائے۔

خانوادہ حسین رضی اللہ عنہ احادیث کے آئینہ میں

حسب ونسب اور خاندان کے اعتبار سے دیکھا جائے تو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما تمام

[1] صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل علی رضی اللہ عنہ

[2] صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ باب ترك استعمال آل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الصدقۃ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بلند تر دکھائی دیتے ہیں، بلکہ ان سے بہتر حسب و نسب کسی کا دکھائی ہی نہیں دیتا۔ ان کے نانا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی نانی سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں ان کی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے والد علی بن ابی طالب ہیں۔ ان کے چچا جعفر بن ابی طالب اور ان کی پھوپھی ام ہانی بنت ابی طالب ہیں۔ ان کے ماموں قاسم بن رسول اللہ اور ان کی خالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں زینب، رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن ہیں اور کتنی ہی ایسی احادیث ہیں، جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاندان کی ان شخصیات سے والہانہ محبت کا اظہار کیا۔ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کا نور تھے ہی، خانوادہ حسین بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبتوں کا مرکز تھا۔ اس ضمن میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی منافق کی علامت

صحیح مسلم میں امام مسلم رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

﴿قَالَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ وَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَيَّ أَنْ لَا يُحِبَّنِي إِلَّا مُؤمِنٌ وَلَا يُبْغِضَنِي إِلَّا مُنَافِقٌ﴾ [1]

''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قسم ہے مجھے اس ذات کی جس نے دانے کو چیرا اور جس نے جانداروں کو پیدا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھ (علی رضی اللہ عنہ) سے صرف مومن ہی محبت رکھے گا اور صرف منافق ہی مجھ سے بغض رکھے گا۔

نسائی کی روایت میں اس سے بھی واضح الفاظ موجود ہیں

﴿لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤمِنٌ وَلَا يَبْغَضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ﴾ [2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان باب الدلیل علی ان حب الانصار وعلی من الایمان

[2] صحیح سنن نسائی از البانی رحمہ اللہ کتاب الایمان وشرایعہ باب علامۃ الایمان

''(اے علی رضی اللہ عنہ) تجھ سے صرف مومن بندہ ہی محبت رکھے گا اور صرف منافق آدمی ہی تجھ سے بغض رکھے گا۔''

امام مسلم نے اس روایت کو کتاب الایمان میں ذکر کیا ہے اور اس پر باب یہ قائم کیا ہے ﴿الدلیل علی ان حب الانصار و علی من الایمان﴾ جس کا مطلب ہے اس بات کی دلیل کہ انصار اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔ اسی طرح امام نسائی نے بھی اسے کتاب الایمان میں ذکر کرنے کے بعد اس پر باب قائم کیا ہے۔ ''علامۃ الایمان''، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت ایمان کی علامت ہے۔

گویا منافق کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حسنین کے باپ علی سے محبت کا یہ عالم ہے کہ ان کے وجود اور شخصیت کو ایمان کا حصہ بنا دیا ہے' بلکہ مومن اور منافق کی پہچان میں ایک معیار قرار دے دیا ہے کہ جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہے' وہ مومن ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے' وہ منافق ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں:

امام بخاری رحمہ اللہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے جنگ خیبر کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ خیبر کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ أَوْلَيَا خُذَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَّجُلًا يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَوْ قَالَ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَإِذَا نَحْنُ بِعَلِيٍّ وَّمَا نَرْجُوْهُ فَقَالُوْا هٰذَا عَلِيٌّ فَأَعْطَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّايَةَ فَفَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ﴾[1]

''کل صبح میں جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا یا سرداری کا جھنڈا ایک ایسا شخص سنبھالے گا' جس سے اللہ اور اس کے رسول محبت کرتے ہیں' یا یوں فرمایا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت کرتا ہے' اللہ اس کے ہاتھ سے خیبر کو فتح کروا

[1] صحیح بخاری کتاب المناقب باب مناقب علی ابن ابی طالب القرشی

دے گا۔ (راوی کہتا ہے) ہم لوگوں کو امید نہ تھی کہ علی رضی اللہ عنہ آ جائیں گے۔ (صبح لوگوں نے) کہا یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جھنڈا دیا اور اللہ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح کرا دیا۔''

اس روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اللہ اور رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں اور پیچھے ہم بیان کر آئے ہیں کہ محبت کرنے والے کو وہی چیزیں محبوب ہوتی ہیں' جو اس کے محبوب کو پسند ہوں اور وہ چیزیں ناپسند ہوتی ہیں' جو محبوب کو اچھی نہ لگیں۔ تو جو مومن اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے' اس کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ان چیزوں سے محبت رکھے' جو اس کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے ہیں' تو ایک مومن کی محبت اس سے یہ تقاضہ کرتی ہے کہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے۔ اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں۔

علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اس قدر محبت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک موقع پر اپنے جسم کا ٹکڑا قرار دیا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ حضرت حبشی بن جنادہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

﴿قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلِيٌّ مِنِّي وَأَنَا مِنْ عَلِيٍّ﴾[1]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ مجھ سے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں۔''

ان الفاظ میں کمال درجہ کی محبت کا اظہار ہے' یعنی میرا اور علی کا رشتہ انتہائی قربت کا رشتہ ہے۔ ایسے محبت بھرا الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بھی کئی انداز میں دہرائے ہیں۔

---

[1] حسن جامع ترمذی از البانی رحمہ اللہ کتاب المناقب باب مناقب علی بن ابی طالب

جس کا میں دوست ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ دوست ہے

یہ حدیث کئی ایک صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

﴿مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ﴾ [1]

جس کا میں دوست ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کا دوست ہے۔ اے اللہ! جو علی رضی اللہ عنہ سے دوستی لگائے' تو بھی اسے دوست بنا اور جو اس سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔''

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے کی ترغیب دی ہے اور ایک طرف تو اسے اپنا دوست قرار دیا' اور دوسری طرف رب تعالیٰ کی دوستی اور دشمنی کو بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی دوستی اور دشمنی سے ملا دیا کہ علی سے بغض رکھنے والا کبھی یہ توقع نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ جس دل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دشمنی ہو اس میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی داخل نہیں ہو سکتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعائیہ انداز میں کہنا ''جو علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔'' اس بات کا اشارہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھنا غضبِ الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

مردوں میں سب سے زیادہ محبوب

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چہیتی بیوی آپ کی راز دار اور آپ کی رمز شناس تھیں' فرماتی ہیں کہ مردوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بڑھ کر محبوب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ مشکوٰۃ المصابیح میں یہ روایت موجود ہے:

﴿عَنْ جُمَيْعِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ عَمَّتِيْ عَلٰى عَائِشَةَ فَسَأَلْتُ أَيُّ النَّاسِ كَانَ أَحَبَّ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ؟ قَالَتْ فَاطِمَةُ فَقِيْلَ مِنَ

---

[1] سلسلة الاحاديث الصحيحه رقم الحديث (۱۷۵۰) صحيح و جامع ترمذی كتاب المناقب باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

الرِّجَالِ؟ قَالَتْ زَوْجُهَا إِنْ كَانَ مَا عَلِمْتُ صَوَّامًا قَوَّامًا﴾[1]

''حضرت جمیع بن عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور میں نے ان سے دریافت کیا لوگوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون زیادہ محبوب تھا؟ تو انہوں نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر سوال کیا گیا کہ مردوں میں سے کون (زیادہ محبوب ہے؟) تو انہوں نے فرمایا ''فاطمہ رضی اللہ عنہا'' کے شوہر علی رضی اللہ عنہ میری دانست کے مطابق اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کثرت کے ساتھ روزے رکھتے اور قیام کرتے تھے۔''

تبوک میں علی رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنانا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

خَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فِي غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُخَلِّفُنِيْ فِي النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ فَقَالَ أَمَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔[2]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو غزوہ تبوک میں اپنا جانشین مقرر فرمایا تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں خلیفہ بنا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا آپ اس بات پر راضی نہیں کہ آپ میرے لئے اسی طرح بن جائیں، جس طرح ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے قائم مقام تھے، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔''

محبت کا یہ بھی انداز

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا، اس میں حضرت

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح کتاب المناقب والفضائل باب مناقب اھل بیت النبی فی الفصل الثانی وقال البانی ھذا حدیث حسن ورواہ الترمذی فی کتاب المناقب' باب ما جاء فی فضل فاطمۃ رضی اللہ عنہا

[2] صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل علی بن ابی طالب

علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں متفکر ہوئے اور آپ اس کیفیت میں تھے کہ:

وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْنِي حَتّٰى تُرِيَنِي عَلِيًّا[1]

''آپ ہاتھ اٹھا کر دعا کر رہے تھے' اے اللہ! مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ تُو نہ دکھادے مجھ کو علی رضی اللہ عنہ''

یہ بالکل وہی انداز ہے جو ایک باپ کا اپنی اولاد کیلئے ہوتا ہے کہ جب اولاد آنکھوں کے سامنے نہ ہو وہ بے چین ہوتا ہے' اس کی سلامتی کیلئے رب سے دعائیں مانگتا ہے۔ اس لئے کہ باپ کے دل میں بیٹے کی حقیقی محبت ہوتی ہے۔ یہ وہ محبت ہے' جسے سچی محبت کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی انداز میں دعا مانگنے اور علی رضی اللہ عنہ کے انتظار کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو حسنین کریمین کے والد علی رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی محبت تھی' جیسے باپ کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے۔

علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ کیا اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اس پر عامل مقرر کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت میں سے ایک لونڈی لے لی' لوگوں نے اسے برا جانا اور چار صحابیوں نے اقرار کیا کہ وہ ملاقات کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر کریں گے اور مسلمانوں کی عادت تھی کہ جب سفر سے آتے تو پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے' سلام کرتے' پھر گھر جاتے۔ غرض جب لشکر لوٹ کر آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگ حاضر ہوئے تو انؔ چار آدمیوں میں سے ایک کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! دیکھئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ کیا' آپ نے منہ پھیر لیا۔ پھر دوسرا کھڑا ہوا اور وہی کہا اور تیسرا اور چوتھا آپ نے سب سے منہ پھیر لیا۔ راوی کہتا ہے:

﴿وَالْغَضَبُ يُعْرَفُ فِيْ وَجْهِهٖ فَقَالَ مَا تُرِيْدُوْنَ مِنْ عَلِيٍّ مَا تُرِيْدُوْنَ

[1] صحیح جامع ترمذی از البانی رحمہ اللہ کتاب المناقب باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

مِنْ عَلِيٍّ اِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ بَعْدِي﴾[1]

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے غصہ دکھائی دیتا تھا اور آپ نے تین بار فرمایا تم علی رضی اللہ عنہ سے کیا چاہتے ہو؟ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کے دوست ہیں۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بات کرنے والوں کو ناپسند کیا' بلکہ ان سے ناراض ہوئے اور معاملہ کی تفتیش کرنے کی بجائے یہ فرمایا ''علی رضی اللہ عنہ مجھ سے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں۔'' اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے جو کیا ٹھیک کیا ہے۔ انہوں نے کسی کا حق غصب نہیں کیا' بلکہ ان کی تو یہ صفت ہے کہ ہر مومن کے دوست ہیں۔ غور فرمایئے! اعتراض کرنے والے صحابہ کرام تھے' جو سب مومن اور جنتی لوگ تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا معمولی سا اعتراض کرنا بھی پسند نہیں آیا اور آپ نے اس پر ناگواری کا اظہار کیا اور اگر کوئی عام بندہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرے' ان کے مقام ومرتبہ پر انگلی اٹھائے' کیا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب اور ناراضگی کا مستحق قرار نہیں پائے گا؟ آج تنقیص کا پہلو اس وقت نکلتا ہے' جب ایک صحابی کا مقابلہ دوسرے صحابی سے کروایا جائے۔ حالانکہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم چمنستانِ رسالت کے مہکتے ہوئے پھول ہیں۔ ہر پھول کی الگ خوشبو ہے۔ زبانِ نبوت سے مناقب صحابہ پر جو ارشادات صادر ہوئے' وہ فضیلت میں اس قدر ہیں کہ انہیں بیان کر دینا ہی کافی ہے۔ ایک صحابی کو دوسرے صحابی پر ترجیح دینے کیلئے دلائل ڈھونڈنا پھر ان دلائل کی جوڑ توڑ سے ایک کی دوسرے پر فوقیت ثابت کرنا یقیناً اس میں اس بات کا احتمال ہے کہ احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے اور کسی کی تنقیص سے اپنا نامہ اعمال سیاہ ہو جائے۔

ہاشمی، مطلبی، صہر نبی، زوج بتول — نسب و نام بتاتے ہیں کہ اعلیٰ ہیں علیؓ
مشورت فاروق اعظمؓ نے کی ہے ان سے — واقفِ دین، شریعت کے شناسا ہیں علیؓ
وہ عبادت ہو، شجاعت ہو، فصاحت ہو کہ علم — واقعہ یہ ہے کہ ہر وصف میں یکتا ہیں علیؓ

(ماہر القادری)

---

[1] صحیح جامع ترمذی البانی رحمہ اللہ کتاب المناقب باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

ام حسنین سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی والدہ جنہوں نے اپنے ان دو پھولوں کو دودھ پلایا، اپنی گود میں کھلایا، وہ بھی عظمت میں بے مثال ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے لاڈلی بیٹی تھیں۔ ایک موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس محبت کا اظہار یوں کیا:

﴿فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّي فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي﴾[1]

''فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے دل کا ٹکڑا ہے، جس نے اسے ناراض کیا، اس نے مجھے ناراض کیا۔''

غور فرمایئے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لوگوں سے اپنی بیٹی کی رضا چاہتے ہیں اور اس بات کا تقاضا بھی فرما رہے ہیں کہ لوگ میری بیٹی سے بغض نہ رکھیں۔ جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رضامندی میں حبیب کبریاء کی رضامندی ہے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی ہے اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے تو بندہ کن چیزوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ ان میں بڑی بڑی چیزیں یہ ہیں:

① رب تعالیٰ کی رضا سے محرومی۔
② جنت سے محرومی۔
③ حوض کوثر کے میٹھے جام سے دوری۔
④ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی۔
⑤ قبر اور حشر میں رحمتِ الٰہی سے محرومی۔

یہ پانچ نقصانات کچھ چھوٹے نہیں ہیں۔ یوں سمجھ لیجئے ان میں دنیا اور آخرت کی

[1] صحیح بخاری کتاب المناقب

بربادی شامل ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ جب اہلِ بیت کی محبت نہ ہو تو جنت نہیں ملتی۔ حُبِّ اہلِ بیت نہ ہو تو رضاءِ مصطفیٰ ﷺ کا حصول ممکن نہیں۔ رضاءِ مصطفیٰ ﷺ کیلئے حبِ اہلِ بیت شرط ہے۔

جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی

صحیح بخاری کی روایت ہے' حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ وَهُوَ عَلَی الْمِنْبَرِ إِنَّ بَنِیْ هِشَامِ بْنِ الْمُغِیْرَةِ اسْتَأْذَنُوْا فِی أَنْ یَنْكِحُوْا ابْنَتَهُمْ عَلِیَّ بْنَ أَبِی طَالِبٍ فَلَا اٰذَنُ ثُمَّ لَا اٰذَنُ ثُمَّ لَا اٰذَنُ إِلَّا أَنْ یُرِیْدَ ابْنَ أَبِی طَالِبٍ أَنْ یُطَلِّقَ ابْنَتِی وَیَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ فَإِنَّمَا هِیَ بَضْعَةٌ مِنِّی یُرِیْبُنِی مَا أَرَابَهَا وَیُؤْذِیْنِی مَا اٰذَاهَا﴾[1]

''میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اور آپ اس وقت منبر پر تھے کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت چاہی کہ ہم اپنی لڑکی کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیں تو میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ ہاں اگر ابن ابی طالب کا ارادہ ہو تو میری بیٹی کو طلاق دے دے اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لے' اس لئے کہ میری بیٹی میرا ٹکڑا ہے' جو اسے برا لگے وہ مجھے برا لگتا ہے اور جو اسے تکلیف دیتا ہے' اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ابوجہل کی بیٹی جویریہ سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ شریعت نے چار تک شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے۔ خود نبی ﷺ کی گیارہ بیویاں تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روکنا اس لئے نہیں تھا کہ ان کیلئے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کرنا حرام تھا' بلکہ نبی ﷺ نے یہاں ایک اصول بیان فرمایا کہ اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کا ایک شخص کے نکاح میں جمع ہونا حرام ہے۔ ایسے ہی رسول اللہ اور عدو اللہ کی

[1] صحیح بخاری کتاب النکاح

بیٹیوں کا جمع ہونا درست نہیں اور نبی ﷺ نے فرمایا جو چیز فاطمہ کو بری لگتی ہے وہ مجھے بری لگتی ہے' جو اسے تکلیف دے اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے' کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جگر گوشۂ رسول ہیں۔ان کا دل دکھانے سے رسول اللہ کا دل دکھتا ہے۔

نبیؐ کے دل کا ہے ٹکڑا نبی سے سنتے ہیں
علیؓ کے گھر کی ہے عزت علیؓ سے سنتے ہیں
وہ کہ جس نے پرورش کیا گھرانے کو
حسینؓ پال کے جس نے دیا زمانے کو

رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دینے کی سزا

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف دینے والا چونکہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دیتا ہے' اس لئے یہ بھی واضح ہو جانا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دینے کی سزا کیا ہے۔اس ضمن میں دو آیات درج ذیل ہیں:

☆ دنیا اور آخرت میں لعنت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا﴾ (سورۃ الاحزاب آیت ۵۷)

''بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچاتے ہیں' تو اللہ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اس نے ان کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

☆ دردناک عذاب کی وعید

سورۃ توبہ میں ایک مقام پر ان لوگوں کو ان الفاظ میں خبردار کیا گیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دیتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (سورۃ توبہ آیت ۶۱)

''اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچاتے ہیں' ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔''

مذکورہ دونوں آیات میں دو قسم کے عذابوں کا ذکر ہے ''ذلیل کر دینے والا عذاب'' اور ''دردناک عذاب''۔ حالانکہ ہر عذاب ہی ذلیل کرنے والا اور درد دینے والا ہوتا ہے' کوئی بھی عذاب وقار میں اضافہ کرنے والا اور طمانیت دینے والا نہیں ہوتا۔ جو بھی عذاب ہے اس میں دو صفتوں کا پایا جانا ضروری ہے یعنی ذلت اور درد۔ پھر بطور خاص مذکورہ آیات میں عذاب کے ساتھ ذلت اور درد کا ذکر کیوں کیا......؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض عذابوں میں درد کا تصور انسانی دماغ میں آ سکتا ہے اور وہ اس کا ادراک کر سکتا ہے۔ جیسے حلق میں اٹک جانے والے کھانے کا عذاب' گرم کھولتے ہوئے پانی کا عذاب' بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب' لیکن کچھ عذاب ایسے ہیں کہ جن کا تصور بھی انسانی دماغ میں نہیں آ سکتا۔ ان کی دردناکی اس قدر شدید ہے کہ الفاظ میں اسے بیان ہی نہیں کیا جا سکتا' اس لئے صرف اتنا ہی فرما دیا ''ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔'' اس کا ادراک قیامت والے دن ہی ہو سکے گا۔ اسی طرح بعض عذابوں کی رسوائی کا ذکر کیا ہے' جیسے پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا جانا' گلے میں مونجھ کی رسی کا ڈالا جانا وغیرہ' لیکن کچھ عذاب ایسے ہیں کہ ان کی رسوائی کا اندازہ اس دنیا کا دماغ نہیں کر سکتا' اس لئے اکیلا رسوا کن عذاب فرما دیا کہ اس کا اندازہ صرف قیامت والے دن ہی ہوگا اور قابلِ توجہ بات یہ ہے ان دونوں قسموں کے الفاظ خصوصیت سے ان لوگوں کیلئے استعمال ہوئے ہیں' جو پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتے ہیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں

صحیح بخاری میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں آپ کی تمام ازواج مطہرات آپ کے پاس تھیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چلتی ہوئی آئیں (اور ان کے چلنے کا انداز کیسا تھا؟)

﴿وَاللّٰهِ مَا تَخْفٰى مَشْيَتُهَا مِنْ مَشْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ﴾

''اللہ کی قسم ان کی چال رسول اللہ ﷺ کی چال سے الگ نہ تھی۔ (بلکہ بہت ہی مشابہ تھی)''

رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا تو خوشی سے فرمانے لگے:

﴿مَرْحَبًا يَا بُنَيَّتِيْ ثُمَّ أَجْلَسَهَا عَنْ يَمِيْنِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ ثُمَّ سَارَّهَا فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيْدًا فَلَمَّا رَأٰى حُزْنَهَا سَارَّهَا الثَّانِيَةَ فَإِذَا هِيَ تَضْحَكُ فَقُلْتُ لَهَا أَنَا مِنْ بَيْنِ نِسَائِهِ خَصَّكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالسِّرِّ مِنْ بَيْنِنَا ثُمَّ أَنْتِ تَبْكِيْنَ؟ فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَأَلْتُهَا مِمَّا سَارَّكِ؟ قَالَتْ مَا كُنْتُ لِأُفْشِيَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سِرَّهُ﴾

''بیٹی مرحبا۔ پھر نبی ﷺ نے انہیں اپنی دائیں طرف یا بائیں طرف بٹھایا' اس کے بعد ان سے سرگوشی کی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ رونے لگیں۔ جب نبی ﷺ نے ان کا غم دیکھا تو دوبارہ ان سے سرگوشی کی' اس پر وہ ہنسنے لگیں۔ تمام ازواج میں سے میں نے ان سے پوچھا کہ نبی ﷺ نے ہم میں صرف آپ کو سرگوشی کی خصوصیت بخشی' پھر آپ کس لئے روئیں؟ اور جب رسول اللہ ﷺ اٹھے تو میں نے ان (فاطمہ) سے پوچھا کہ آپ کے کان میں نبی ﷺ نے کیا فرمایا تھا؟ تو انہوں نے کہا میں نبی ﷺ کے راز کو نہیں کھول سکتی۔''

جب نبی ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو ایک دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

﴿عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَالِي عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ لَمَّا أَخْبَرْتِنِي قَالَتْ أَمَّا حِيْنَ سَارَّنِي فِي الْأَمْرِ الْأَوَّلِ فَإِنَّهُ أَخْبَرَنِي أَنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُهُ بِالْقُرْآنِ كُلَّ سَنَةٍ مَرَّةً وَإِنَّهُ قَدْ عَارَضَنِي بِهِ الْعَامَ مَرَّتَيْنِ وَلَا أَرَى الْأَجَلَ إِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ فَاتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِي فَإِنِّي نِعْمَ السَّلَفُ أَنَا لَكِ قَالَتْ فَبَكَيْتُ بُكَائِي الَّذِيْ رَأَيْتِ فَلَمَّا رَأٰى جَزَعِي سَارَّنِي الثَّانِيَةَ

قَالَ یَا فَاطِمَةُ أَلَا تَرْضَیْنَ أَنْ تَکُوْنِی سَیِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ أَوْ سَیِّدَةَ نِسَاءِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ؟[1]

''میرا جو حق آپ پر ہے' اس کا واسطہ دیتی ہوں کہ آپ مجھے وہ بات بتا دیں' انہوں نے مجھے بتایا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پہلی سرگوشی کی تھی۔ تو فرمایا تھا کہ ''جبریل علیہ السلام مجھ سے سال میں ایک مرتبہ قرآن کا دور کیا کرتے تھے' لیکن اس سال انہوں نے مجھ سے دو مرتبہ دور کیا اور میرا خیال ہے کہ میری وفات کا وقت قریب ہے۔ اللہ سے ڈرتی رہنا اور صبر کرنا کیونکہ میں تمہارے لئے ایک اچھا آگے جانے والا ہوں۔ سیدہ فاطمہ نے فرمایا اس وقت میرا رونا جو آپ نے دیکھا تھا' اس کی یہی وجہ تھی' جب نبی ﷺ نے میری پریشانی دیکھی تو دوبارہ مجھ سے سرگوشی کی اور فرمایا ''فاطمہ بیٹی! کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ جنت میں تم مومنوں کی عورتوں کی سردار ہوگی یا (فرمایا کہ) اس امت کی عورتوں کی سردار ہوگی۔''

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مقام تمام عورتوں سے بڑھ کے ہے' جو جنتی عورتوں کی سردار ہو۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ جنت سے باہر رہے' اس روایت میں نبی ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جنت کی بشارت بھی دی ہے اور جنتی عورتوں میں سب سے بلند مرتبہ کی خوشخبری بھی سنائی۔ یہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہی مقام ہے' بھلا دنیا میں اور کس کو یہ مقام مل سکتا ہے؟

رنگ بہار باغِ رسالت ہیں فاطمہ
سرچشمہ ریاضِ ولایت ہیں فاطمہ

علامہ ماہر القادری نے تہذیب جدید کی طرف بڑھنے والی عورت کو ان الفاظ میں فاطمہ و عائشہ رضی اللہ عنہما کی سیرت اپنانے کی دعوت دی ہے۔

---

[1] بخاری کتاب الاستئذان باب من ناجی بین یدی الناس ومن لم یخبر بسر صاحبه

حجاب و شرم و حیاء زندگی ہے عورت کی
جو یہ نہ ہو تو برابر ہے پھر وجود و عدم
نہ دیکھ رشک سے تہذیب کی نمائش کو
کہ سارے پھول یہ کاغذ کے ہیں خدا کی قسم
وہی ہے راہ ترے عزم و شوق کی منزل
جہاں ہیں عائشہ و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے نقشِ قدم

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے محبت کا انداز

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی اگر کبھی آپ سے ملنے کیلئے آتیں تو آپ محبت وشفقت کا کیسا اظہار فرماتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی سنیئے فرماتی ہیں:

﴿كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَامَ إِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا وَ أَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهٖ وَ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا فَقَبَّلَتْهُ وَ أَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا﴾[1]

(سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا) جب کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ (محبت سے) کھڑے ہوتے ان کا بوسہ لیتے اور اپنی جگہ پر بٹھا دیتے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوتیں آپ کا بوسہ لیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔

اس روایت میں جہاں نبی کا اپنی بیٹی سے بے پناہ محبت کا ثبوت ملتا ہے وہاں بیٹیوں سے محبت کا درس بھی ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹیوں سے نفرت نہیں کرتے تھے بلکہ محبت سے ان کا ماتھا چومتے اور انہیں اپنی جگہ بٹھاتے۔

---

[1] صحیح جامع ترمذی ازالبانی رحمہ اللہ کتاب المناقب باب ماجاء فضل فاطمة رضی اللہ عنہا

رسول اللہ ﷺ سے مشابہت:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

﴿مَارَأَيْتُ أَحَدًا سَمْتًا وَدَلًّا وَهَدْيًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي قِيَامِهَا وَقُعُوْدِهَا مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ﴾[1]

''میں نے چال چلن، عادات اور اُٹھنے بیٹھنے کے انداز اور طور طریقوں میں رسول اللہ ﷺ سے مشابہت رکھنے والا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ہی عظمت ہے کہ جن کی پیشانی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ جسے رسول کائنات ﷺ کے وہ ہونٹ جو ناطق وحی ہیں' بوسہ دینے کیلئے حرکت کرتے تھے۔

☆ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا وہ ہیں کہ جن کا استقبال خود نبی کریم ﷺ کرتے تھے۔

☆ جنہیں رسول اللہ ﷺ نے جنتی عورتوں کی سردار کہا' اپنے دل کا ٹکڑا کہا' ان کی تکلیف کو اپنی تکلیف کہا' جن سے قیامت والے دن سب سے پہلے ملنے کا وعدہ کیا۔

☆ وہ عابدہ وزاہدہ بھی تھیں اور صابرہ وشاکرہ بھی آپ کی سب سے چھوٹی بیٹی اور آپ کی وفات کے وقت صرف وہی زندہ تھیں۔ انہیں اکیلے اپنے باپ کی وفات کا صدمہ برداشت کرنا پڑا اے اللہ ہمیں ان سے اور ان کے خانوادہ سے محبت کی توفیق بخش دے۔

سیرت فرزند ہا از اُمہات
جوہر صدق و صفا از اُمہات
مزرع تسلیم را حاصل بتول
مادراں را اسوۂ کامل بتول (اقبال)

---

[1] صحیح جامع ترمذی ازالبانی کتاب المناقب باب ماجاء فضل فاطمہؓ

ام فاطمہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہیں جن سے بڑھ کے اپنے شوہر سے ایثار و وفا کرنے والی خاتون کائنات نے کم ہی دیکھی ہوگی۔ جب ان کی شادی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تو وہ خزانوں کی مالک تھیں لیکن شادی کے بعد اپنے خزانوں کی چابیاں اپنے شوہر کے قدموں میں پھینک دیں اور ایثار و محبت کی وہ داستانیں رقم کیں کہ تاریخ دنگ رہ گئی۔ سنجاب و سمور اور مخملیں بستروں پر سونے والی کو فرشِ خاکی پر سونا پڑا' زرق برق لباس کی جگہ چیتھڑوں سے بھرا لباس زیب تن کرنا پڑا' قیمتی خوراکوں کی جگہ جو کی روٹی اور کبھی سوکھا چمڑا چبانا پڑا لیکن نہ کبھی زبان پر حرف شکایت آیا اور نہ ہی شوہر سے محبت میں فرق۔

یہ وہی خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلی وحی کے نزول پر ذمہ داری کے بوجھ سے گھبرائے ہوئے گھر تشریف لائے تو پیاری بیوی نے ان الفاظ میں محبت بھرے بول کہے تھے جن سے آپ کے دل کو تسلی ہوئی۔

﴿ كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَ تَقْرِئُ الضَّيْفَ وَ تُعِيْنَ عَلٰى نَوَآئِبِ الْحَقِّ ﴾[1]

''ہرگز نہیں اللہ کی قسم اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا آپ تو صلہ رحمی کرنے والے ہیں کمزوروں کا بوجھ اٹھانے والے ہیں' محتاجوں کیلئے کمانے والے ہیں' مہمان کی مہمان نوازی کرنے والے اور راہِ حق میں مصائب برداشت کرنے والے ہیں۔''

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نہ صرف ایک بیوی کے طور پر آپ کے زخموں پر مرہم رکھا بلکہ تبلیغ دین میں آنے والی مشکلات کو بھی برداشت کیا اور یہ واحد عورت ہیں جن کی موجودگی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری شادی نہیں کی۔ سیرت ابن ہشام میں ہے:

﴿ وَ كَانَتْ اَوَّلُ اِمْرَأَةٍ تَزَوَّجَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ لَمْ يَتَزَوَّجْ عَلَيْهَا

[1] صحیح بخاری کتاب الوحی

غَیْرَھَا حَتّٰی مَاتَتْ رضی اللہ عنہا﴾[1]

وہ پہلی عورت تھیں جن سے نبی ﷺ نے نکاح فرمایا اور ان کی زندگی میں آپ نے کوئی دوسرا نکاح نہ کیا یہاں تک کہ وہ انتقال کر گئیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت پر متعدد روایات کتب احادیث میں موجود ہیں جن میں سے چند ایک درج کی جاتی ہیں۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی محبت:

امام بخاری اپنی صحیح میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں:

﴿عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلٰی اَحَدٍ مِنْ نِّسَاءِ النَّبِیِّ ﷺ مَا غِرْتُ عَلٰی خَدِیْجَةَ وَمَا رَاَیْتُهَا وَلٰکِنْ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُکْثِرُ ذِکْرَھَا وَ رُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ یُقَطِّعُهَا اَعْضَاءً ثُمَّ یَبْعَثُهَا فِیْ صَدَائِقِ خَدِیْجَةَ فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهٗ کَاَنَّهٗ لَمْ یَکُنْ فِی الدُّنْیَا امْرَاَةٌ اِلَّا خَدِیْجَةُ فَیَقُوْلُ اِنَّهَا کَانَتْ وَکَانَتْ وَکَانَ لِیْ مِنْهَا وَلَدٌ﴾[2]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی کسی بیوی پر اتنا رشک نہیں کیا جتنا خدیجہ رضی اللہ عنہا پر کیا حالانکہ میں نے انہیں دیکھا بھی نہیں تھا لیکن نبی ﷺ ان کا کثرت سے ذکر فرمایا کرتے اگر کوئی بکری ذبح کرتے تو اس کے ٹکڑے بناتے اور پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھیجتے۔ میں کبھی آپ سے یوں کہتی شاید خدیجہ کے سوا دنیا میں کوئی عورت ہی نہ تھی اس پر آپ فرماتے وہ ایسی صفات کی مالک تھیں وہ ایسی تھیں اور ان سے میری اولاد ہے۔''

یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی محبتیں اور وفائیں ہی تھیں کہ نبی ﷺ ان کی وفات کے بعد بھی انہیں یاد کرتے رہے بلکہ ان کی سہیلیوں کا بھی اکرام کرتے رہے۔

---

[1] السیرۃ النبویہ لابن ھشام ص ۱۲۳

[2] بخاری کتاب المناقب باب تزویج النبی ا خدیجة و فضلها رضی اللہ عنها

ایک ایک ادا یاد تھی:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت ہالہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا آئیں اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت چاہی۔

﴿فَعَرَفَ اسْتِئْذَانَ خَدِيْجَةَ فَارْتَاعَ لِذٰلِكَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هَالَةَ قَالَتْ فَغِرْتُ فَقُلْتُ مَا تَذْكُرُ مِنْ عَجُوْزٍ مِنْ عَجَائِزِ قُرَيْشٍ﴾[1]

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (اس کے اجازت لینے کے انداز سے) سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اجازت لینے کا انداز یاد آ گیا اور آپ چونک اٹھے اور فرمایا اللہ یہ تو ھالہ ہے مجھے اس بات پر غیرت آئی۔ میں نے کہا آپ قریش کی اس بوڑھی کا کس قدر ذکر کرتے ہیں۔"

قابل توجہ بات یہ ہے کہ آدمی کو جس سے محبت ہو اس کی ایک ایک ادا یاد ہو جاتی ہے مدت ہائے دراز کے بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن کے اجازت لینے سے آپ کو خدیجہ کا یاد آ جانا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ آپ کو سیدہ خدیجہ سے شدت کیساتھ محبت تھی یہ حسنین کریمین کی عظمت ہے کہ وہ خود دونوں پھول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبتوں کے مرکز ان کی والدہ نبی علیہ السلام کے دل کا ٹکڑا اور ان کی دادی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ محبوب بیوی جن کی ایک ایک ادا آپ کو یاد ہے۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا کو رب تعالیٰ اور جبریل امین کا سلام:

خدیجہ رضی اللہ عنہا سے صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی محبت نہیں کرتے بلکہ فرشتوں کے سردار جبریل امین اور رب تعالیٰ بھی ان سے عقیدت رکھتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی درج ذیل روایت پڑھیے:

﴿قَالَ أَتٰى جِبْرِيْلُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا رَسُوْلَ صلی اللہ علیہ وسلم هٰذِهِ خَدِيْجَةُ أَتَتْ مَعَهَا إِنَاءٌ فِيْهِ اِدَامٌ أَوْ طَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ فَإِذَا هِيَ أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَّبِّهَا وَ مِنِّي وَ بَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا

[1] بخاری کتاب المناقب باب مذکورہ

صَخَبَ فِیْهِ وَلَا نَصَبَ﴾[1]

''(فرمایا) نبی ﷺ کے پاس جبریل امین آئے اور کہنے لگے اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ خدیجہ آپکے پاس ایک برتن لا رہی ہیں جس میں کھانا یا سالن ہے یا پینے کی کوئی چیز ہے جب وہ آپ کے پاس آئیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہنا اور ان کو جنت میں ایک گھر کی خوشخبری دے دو۔ جو ایک خولدار موتی کا ہوگا جہاں نہ کوئی شور وغل ہوگا اور نہ تھکن ہوگی۔''

اللہ رب العزت نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ان کی محبت اور ایثار و وفا کی جزاء میں جنت کا ایک خاص محل عطا کر دیا جس میں موتی جڑے ہوئے ہیں اور ان کی بیٹی کو جنت میں موجود سب عورتوں کا سردار بنا دیا۔

امت کی بہترین عورت:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اگر جنتی عورتوں کی سردار ہیں تو نبی ﷺ نے ان کی والدہ کو اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے بہتر قرار دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ خَیْرُ نِسَائِهَا مَرْیَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ وَ خَیْرُ نِسَائِهَا خَدِیْجَةُ﴾[2]

''میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مریم بنت عمران (اپنے زمانہ میں) سب سے بہترین خاتون تھیں اور اس امت کی سب سے بہترین خاتون سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔''

اے اللہ! ہمیں اہل بیت کی سچی محبت نصیب فرما۔

❀❀❀

---

[1] بخاری کتاب المناقب باب تزویج النبی ﷺ خدیجة

[2] صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب اذ قالت الملائکة یا مریم ان اللہ اصطفاك...

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما

پچھلے ابواب میں ہم خانوادۂ حسنین رضی اللہ عنہما کے فضائل و مناقب احادیث کی روشنی میں بیان کر چکے ہیں اور احادیث اس جانب اشارہ کرتی ہیں کہ ان میں سے ہر شخصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھی۔ اب ہم اس شخصیت کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جو اس کتاب کیلئے وجہ تالیف بنی جن کے فضائل پر بے شمار احادیث کتب احادیث میں جگمگا رہی ہیں۔ بہت سے مقامات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے گہری محبت کا اظہار کیا اور یہ بات تو ثابت ہے کہ جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم محبت کریں ہمارے لئے بھی اس چیز سے محبت کرنا ایمان کا حصہ ہے۔

اے اللہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے محبت رکھ:

حضرت ابو ہریرہ الدوسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ دن کے کسی حصہ میں گھر سے چلے میں بھی ساتھ تھا نہ آپ نے مجھ سے کوئی بات کی اور نہ میں نے اسی طرح آپ بنی قینقاع کے بازار میں آئے پھر واپس ہوئے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے آنگن میں بیٹھ گئے پھر فرمایا:

أَثَمَّ لُكَعُ أَثَمَّ لُكَعُ؟ فَحَبَسَتْهُ شَيْئًا فَظَنَنْتُ أَنَّهَا تُلْبِسُهُ سَخَابًا أَوْ تُغَسِّلُهُ فَجَاءَ يَشْتَدُّ حَتَّى عَانَقَهُ وَ قَبَّلَهُ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ أَحْبِبْهُ وَ أَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ۔[1]

(آپ نے پوچھا) وہ بچہ کہاں ہے؟ وہ بچہ کہاں ہے؟ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا (کسی مصروفیت کی وجہ سے) فوراً آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکیں میں نے خیال کیا ممکن ہے۔ حسن رضی اللہ عنہ کو کرتا وغیرہ پہنا رہی ہوں یا نہلا رہی ہوں۔ تھوڑی ہی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب البیوع باب ما ذکر فی الاسواق

دیر بعد حسن رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے آپ نے ان کو سینے سے لگا لیا اور بوسہ لیا پھر فرمایا اے اللہ! اسے محبوب رکھ اور اس شخص کو بھی محبوب رکھ جو اس سے محبت رکھے۔

یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے نواسوں سے محبت ہے کہ کبھی ان کا بوسہ لے کر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے رب سے محبت کی التجاء کرتے ہیں اور کبھی اپنے کندھے مبارک پر بٹھا کر یہی دعا فرمارہے ہیں۔ جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَالْحَسَنَ رضی اللہ عنہ عَلٰى عَاتِقِهٖ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُحِبُّهٗ فَأَحِبَّهٗ﴾[1]

''میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے کندھے مبارک پر تھے اور آپ یہ فرمارہے تھے کہ اے اللہ! مجھے اس سے محبت ہے تو بھی اس سے محبت رکھ۔''

کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نواسوں کو اپنے جسم سے چمٹائے اور چادر میں چھپائے دعائیں مانگ رہے ہیں۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿طَرَقْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ بَعْضِ الْحَاجَةِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلٰى شَيْءٍ لَا أَدْرِيْ مَا هُوَ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ حَاجَتِيْ قُلْتُ مَا هٰذَا الَّذِيْ أَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ فَكَشَفَهٗ فَإِذَا حَسَنٌ وَ حُسَيْنٌ عَلٰى وَرِكَيْهِ فَقَالَ هٰذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِيْ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا﴾[2]

''میں ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے کسی کام کی غرض سے گیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور اپنی پیٹھ پر کچھ لپیٹے ہوئے تھے کہ میں نہیں جانتا تھا (وہ کیا چیز

---

[1] صحیح بخاری کتاب المناقب، باب مناقب الحسن و الحسین رضی اللہ عنہما

[2] حسن، جامع ترمذی کتاب المناقب باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی رضی اللہ عنہ...

ہے؟) جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا تو میں نے کہا یہ کیا ہے؟ آپ نے کھولا تو وہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما تھے آپ کے کولہے پر اور آپ نے فرمایا: یہ میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان کو دوست رکھتا ہوں سو تو بھی ان کو دوست رکھ اور جو ان کو دوست رکھے اس کو بھی دوست رکھ۔''

اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی محبت کیلئے اہل بیت سے محبت کرنا پڑے گی:

مذکورہ روایات سے کئی باتوں کا پتہ چلتا ہے مثال کے طور:

☆ حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ جن سے نبی ﷺ کے ہونٹ، سینہ، کندھے اور کمر مبارک مَس ہونے کے ساتھ دعاؤں کیلئے الفاظ کے موتی بکھرتے رہے۔

☆ ان روایات میں یہ الفاظ توجہ طلب ہیں:

﴿أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَ أَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا﴾

''میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اے اللہ تو بھی ان دونوں سے محبت کر اور جو ان سے محبت رکھے ان سے بھی محبت رکھ۔''

ان الفاظ میں یہ باتیں بالکل واضح ہیں کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کی محبتوں کا مرکز ہیں اللہ بھی ان سے محبت کرتا ہے اور جو بندہ ان سے محبت رکھے وہ بھی اللہ کی نظر رحمت میں ہے یعنی حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے بغض رکھنے والا اور تحقیق کے نام پر ان کی شخصیات کو تنقید بنانے اور ان پر کیچڑ اُچھالنے والا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت نہیں پا سکتا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اسے ملے گی جس کے دل میں اہل بیت کی محبت ہے ان سے بغض اور عداوت رکھ کے نیک اعمال کرنا کہ وہ اللہ و رسول ﷺ کی محبت حاصل کر لے ناممکن ہے۔

وہ القاب جو زبانِ نبوت ﷺ سے محبت میں ادا ہوئے:

نبی ﷺ کو اپنے نواسوں سے اتنی محبت تھی کہ محبت بھرے کئی القاب سے انہیں یاد

فرمایا یہ اعزاز کسی اور شخصیت کو نصیب نہیں ہوا آپ کی زبان مبارک سے نکلنے والے وہ الفاظ نیچے درج کیے جاتے ہیں۔

۱۔ حسن و حسین رضی اللہ عنہما میرے دو پھول ہیں:

امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں:

اہل عراق سے ایک آدمی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا اگر احرام والا آدمی مکھی کو مار ڈالے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا:

﴿ أَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْأَلُوْنَ عَنِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوْا ابْنَ ابْنَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ هُمَا رَيْحَانَتَا یَ مِنَ الدُّنْيَا﴾[1]

''عراق والے مکھی کے بارے میں پوچھتے ہیں (کہ اس کو قتل کرنا کیسا ہے؟) حالانکہ انہوں نے نبی ﷺ کے نواسوں کو قتل کر دیا اور نبی ﷺ نے اپنے ان دونوں نواسوں کی نسبت فرمایا تھا یہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔''

۲۔ نواسوں میں سے ایک نواسہ:

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ أَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْأَسْبَاطِ﴾[2]

''حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں جو حسین سے محبت رکھے اللہ اس سے محبت رکھتا ہے اور حسین رضی اللہ عنہ تو نواسوں میں سے ایک نواسہ ہیں۔

۳۔ جنتی مردوں کے سردار:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مجھ سے میری والدہ نے پوچھا: تم

[1] صحیح بخاری کتاب المناقب باب مناقب الحسن و الحسین رضی اللہ عنہما

[2] حسن، جامع ترمذی کتاب المناقب باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی،

نبی ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں کب حاضر ہوتے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ اتنے دن ہو گئے کبھی حاضر نہیں ہوا تو وہ مجھ سے ناراض ہوئیں میں نے کہا اب جانے دیجئے میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مغرب کی نماز ان کے ساتھ پڑھوں گا اور آپ سے سوال کروں گا کہ میرے اور آپ کیلئے مغفرت کی دعا مانگیں پھر میں حاضر ہوا اور نماز مغرب آپ کے ساتھ پڑھی پھر آپ نوافل پڑھتے رہے یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھی اور گھر کی جانب لوٹنے میں بھی آپ کے ساتھ چل پڑا آپ نے میری آواز سنی تو فرمایا: کون...؟ کیا حذیفہ ہے؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں آپ نے فرمایا:

﴿مَاحَاجَتُكَ غَفَرَاللّٰهُ لَكَ وَلِاُمِّكَ قَالَ اِنَّ هٰذَا مَلَكٌ لَمْ يَنْزِلِ الْاَرْضَ قَطُّ قَبْلَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ اسْتَاْذَنَ رَبَّهٗ اَنْ يُّسَلِّمَ عَلَيَّ وَ يُبَشِّرَنِيْ بِاَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ﴾[1]

''تمہاری کیا حاجت ہے اللہ تجھے اور تیری والدہ کو معاف کر دے پھر فرمایا یہ ایک فرشتہ تھا جو زمین پر کبھی نہیں اُترا تھا آج کی رات اس نے رب سے اجازت مانگی کہ مجھ پر سلام کرے اور اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنتی مردوں کے سردار ہیں۔''

اللہ اللہ خانوادۂ حسین رضی اللہ عنہ کا کتنا بلند مقام ہے کہ جن کی دادی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا دنیا کی تمام عورتوں سے افضل ہیں اور والدہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور خود وہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور ان کے نانا محمد الرسول اللہ ﷺ جنت کے سب سے اونچے مقام پر فائز ہوں گے یہ رتبہ اور یہ نصیب دنیا کے کسی خاندان کا نہیں ہے کہ جنہیں جنت میں اس طرح سے حکمرانی نصیب ہو۔

میرا یہ بیٹا سردار ہے:

پچھلی روایت میں تو حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو جنتی نوجوانوں کا سردار کہا گیا ہے۔

[1] صحیح جامع ترمذی کتاب۔ المناقب باب مذکورہ

ایک روایت میں نبی ﷺ نے اپنے نواسے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو دنیا میں دو بڑے گروہوں کے مابین صلح کروانے والا سردار بھی کہا ہے۔ اس روایت کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے جامع ترمذی میں نقل کیا ہے:

﴿عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمِنبَرَ فَقَالَ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ يُصْلِحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ﴾[1]

''حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک دفعہ) منبر پر چڑھے اور فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں سے دو گروہوں میں صلح کروا دے گا۔''

اور یہ دونوں گروہ ایک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تھا اور دوسرا سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا جب ان دونوں کے درمیان خلافت کے معاملہ میں جھگڑا پیدا ہوا اور قریب تھا کہ دونوں جانب سے مسلمانوں کی تلواریں بے نیام ہوتیں اور اپنے ہی بھائیوں کے خون سے تر بتر ہوتیں۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کو چھوڑ دیا اور مسلمانوں کے دونوں گروہوں کو خونریز جنگ سے بچا لیا اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نواسے حریصانِ دنیا تھے اور نہ حریصانِ خلافت بلکہ انہیں مسلمانوں کی خیر خواہی مطلوب تھی۔

نبی ﷺ کا حسنین کی خاطر منبر سے نیچے اتر آنا۔

یہ بھی حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو اعزاز ہے کہ رسول کائنات ﷺ ان کی خاطر ایک مرتبہ منبر سے خطبہ پڑھتے ہوئے نیچے اتر آئے اور ان دونوں کو محبت سے اپنے سامنے بٹھا لیا۔ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کی زبانی اس واقعہ کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَخْطُبُنَا إِذْ جَآءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا قَمِيْصَانِ أَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَ يَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْمِنبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَ وَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ اللّٰهُ إِنَّمَا

---

[1] صحیح جامع ترمذی کتاب المناقب باب مذکورہ

اَمْوَالُكُمْ وَ أَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ نَظَرْتُ إِلٰى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَ يَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيْثِيْ وَ رَفَعْتُهُمَا﴾[1]

''رسول اللہ ﷺ ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما آئے ان دونوں نے سرخ کرتے پہنے ہوئے تھے وہ چلتے تھے اور گر پڑتے تھے (ابھی چھوٹے بچے تھے اس لئے) نبی ﷺ منبر سے اترے اور دونوں کو اٹھا لیا اور انہیں اپنے آگے بٹھا لیا۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ سچ فرماتے ہیں کہ مال اور اولاد تمہارے لئے آزمائش ہیں۔ میں نے ان دونوں لڑکوں کو چلتے ہوئے دیکھا کہ یہ گرتے تھے سو میں صبر نہ کر سکا چنانہ میں نے اپنی بات کو کاٹا اور ان دونوں کو اٹھا لیا۔

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ نبی ﷺ کو حسنین رضی اللہ عنہما سے اس قدر محبت ہے کہ انہیں ٹھوکر لگے تو رسول اللہ ﷺ تڑپ اٹھتے ہیں حتی کہ اپنے منبر سے اتر کے انہیں اٹھا لیتے ہیں کہ ان کا یوں زمین پر گرنا نبی ﷺ سے برداشت نہیں ہوتا۔ کیا یہ چیز آپ ﷺ برداشت کر سکتے ہیں کہ کوئی ان کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگے۔ ان کا سر مبارک ان کے جسم سے کاٹ کر جدا کر دے ایسا برا کام کرنے والا یقیناً انتہائی بدبخت انسان ہے۔ اس کا انجام دنیا اور آخرت میں انتہائی دردناک ہوگا۔ اس کی ایک مثال ابن زیاد کو دیکھئے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ زِيَادٍ فَجِيْءَ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ فَجَعَلَ يَقُوْلُ بِقَضِيْبٍ فِيْ أَنْفِهٖ وَ يَقُوْلُ مَا رَأَيْتُ مِثْلَ هٰذَا حُسْنًا لِمَ يُذْكَرُ قَالَ قُلْتُ أَمَا إِنَّهٗ كَانَ مِنْ أَشْبَهِهِمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ﴾[2]

''میں ابن زیاد کے پاس تھا وہاں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لایا گیا تو ابن

---

[1] صحیح جامع ترمذی کتاب المناقب باب مذکورہ

[2] جامع ترمذی کتاب و باب مذکورہ / بخاری کتاب المناقب باب مناقب الحسن و الحسین رضی اللہ عنہما

زیادان کی ناک میں چھڑی مارنے لگا اور کہتا تھا میں نے ایسا حسن نہیں دیکھا اور یہ کیوں ذکر کیا جاتا ہے، راوی نے کہا کہ میں بولا وہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔''

نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح چھڑی مارنے والے کا انجام کیا ہوا۔ حضرت عمارہ بن عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿لَمَّا جِيْئَ بِرَأْسِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ وَّ أَصْحَابِهِ نُضِّدَتْ فِيْ الْمَسْجِدِ فِي الرَّحْبَةِ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِمْ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ قَدْ جَآءَتْ قَدْ جَآءَتْ فَإِذَا حَيَّةٌ قَدْ جَاءَتْ تَخَلَّلُ الرُّءُوْسَ حَتّٰى دَخَلَتْ فِيْ مَنْخَرَيْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ فَمَكَثَتْ هُنَيْهَةً ثُمَّ خَرَجَتْ فَذَهَبَتْ حَتّٰى تَغَيَّبَتْ ثُمَّ قَالُوا قَدْ جَآءَتْ قَدْ جَآءَتْ فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا﴾[1]

''جب عبیداللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر مسجد میں لا کر ڈال دیئے گئے جو رحبہ نامی مقام میں تھی تو میں وہاں گیا اور لوگ اچانک کہنے لگے وہ آیا وہ آیا اور وہ ایک سانپ تھا کہ لوگوں میں سے ہو کر آیا اور عبیداللہ بن زیاد کے نتھنوں میں تھوڑی دیر گھسا رہا پھر نکلا اور چلا گیا اور غائب ہو گیا پھر لوگوں نے کہا کہ وہ آیا وہ آیا وہ پھر گھسا اور اس طرح تین بار یا دو بار کیا۔''

یہ عذاب ہے ایسے بندے کا جو نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نتھنوں کو چھڑی سے چھوتا ہے اور جو اپنی زبان کو ان کے خلاف دراز کرے کہ میری تحقیق یہ کہتی ہے اور اپنی نام نہاد تحقیق سے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما پر کیچڑ اچھالے اس کی سزا بھی کچھ کم نہ ہو گی، اس لئے کہ

اس بات پر گواہ رب اور رسولؐ ہیں
ایمان کی ہے دلیل محبت حسینؓ کی

---

[1] صحیح الاسناد جامع ترمذی للالبانی رحمہ اللہ، کتاب المناقب باب مذکورہ

قرآن کے ورق کی طرح ہے بے مثال
صورت حسینؓ کی ہو کہ سیرت حسینؓ کی
اس شانِ فقر پر تو نچھاور ہیں تخت و تاج
ہے آج تک دلوں پہ حکومت حسینؓ کی
شاعر بھی کیا کہے کوئی واعظ بھی کیا بتائے
دوشِ نبی سے پوچھیے عظمت حسینؓ کی
ایمان اور یقین کی دولت کے باوجود
ہر دور میں رہی ہے ضرورت حسینؓ کی

(ماہرالقادری)

حسنین رضی اللہ عنہما کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کو لمبا کر دیا

سجدہ ایک عبادت جس میں بندہ اپنے رب کے قریب ہوتا ہے اور اردگرد کے ماحول سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ کے نواسوں میں سے کوئی آیا اور آپ کی پشت پر سوار ہو گیا اور کھیلنا شروع کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نواسوں سے اس قدر محبت تھی کہ سجدہ کو لمبا کر دیا تاکہ اس کے کھیل میں خلل نہ آئے۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

﴿عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِيْ إِحْدَى صَلَاتِي الْعِشَاءِ، وَهُوَ حَامِلٌ حَسَنًا أَوْ حُسَيْنًا، فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَوَضَعَهُ ثُمَّ كَبَّرَ لِلصَّلَاةِ، فَصَلّٰى فَسَجَدَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ صَلَاتِهِ سَجْدَةً أَطَالَهَا قَالَ أَبِيْ فَرَفَعْتُ رَأْسِي، وَإِذَا الصَّبِيُّ عَلٰى ظَهْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ سَاجِدٌ فَرَجَعْتُ إِلٰى سُجُوْدِيْ فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم الصَّلَاةِ قَالَ النَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّكَ سَجَدْتَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ صَلَاتِكَ سَجْدَةً أَطَلْتَهَا حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ قَدْ

حَدَثَ أَمْرٌ أَوْأَنَّهُ يُوْحٰى إِلَيْكَ قَالَ كُلُّ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ وَلٰكِنَّ ابْنِي ارْتَحَلَنِي فَكَرِهْتُ أَنْ أُعَجِّلَهُ حَتّٰى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ ﴾[1]

''حضرت عبداللہ بن شداد اپنے والد شداد بن ھاد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ عشاء کی نماز ادا کرنے کیلئے ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ حسن یا حسین رضی اللہ عنہما کو اٹھائے ہوئے تھے۔ نبی ﷺ نے انہیں لاکر زمین پر بٹھا دیا پھر نماز کیلئے تکبیر فرمائی اور نماز پڑھنا شروع کر دی۔ نماز کے دوران نبی ﷺ نے طویل سجدہ کیا' شداد نے کہا میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ بچہ رسول اللہ ﷺ کی پشت مبارک پر سوار تھا میں پھر سجدہ میں چلا گیا جب نبی ﷺ نماز ادا فرما چکے تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے نماز میں اتنا لمبا سجدہ کیا یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کوئی امر الٰہی واقع ہو چکا ہے یا آپ پر وحی کا نزول ہونے لگا ہے آپ نے فرمایا ایسی کوئی بات نہ تھی مگر یہ کہ مجھ پر میرا یہ بیٹا سوار تھا اس لئے جلدی کرنا اچھا نہ لگا جب تک کہ اس کی خواہش پوری نہ ہو۔''

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما وہ شخصیات ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عبادت میں مشغول ہوں تب بھی ان سے محبت میں فرق نہیں آتا کبھی منبر سے خطبہ کی حالت میں اتر آتے ہیں اور کبھی سجدہ کو لمبا کر دیتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسے نظارے دیکھے تھے اسلئے وہ بھی حسنین سے بے پناہ محبت کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں اہل بیت سے اپنی محبت کا اظہار فرمایا:

﴿وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِيْ۔﴾[2]

''مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے رسول

---

[1] صحیح سنن نسائی از البانی رحمہ اللہ کتاب الصلاۃ باب ھل یجوز ان تکون سجدۃ اطول من سجدۃ

[2] صحیح بخاری' فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب قرابۃ رسول اللہ ﷺ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں سے اچھا سلوک اپنے رشتہ داروں سے زیادہ محبوب ہے۔

میرا باپ تجھ پر قربان ہو:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حسنین رضی اللہ عنہما سے اس قدر محبت تھی کہ ایک دفعہ انہوں نے حسن رضی اللہ عنہ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا تو کندھوں پر بٹھالیا اور وفورِ محبت سے فرمانے لگے:

﴿بِأَبِي شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا شَبِيْهٌ بِعَلِيٍّ وَ عَلِيٌّ يَضْحَكُ﴾[1]

''میرا باپ تجھ پر قربان ہو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہے علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں اور علی رضی اللہ عنہ ہنس رہے تھے۔''

ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت رکھنا اسلام ہے۔ کسی بھی صحابی کے ایمان میں شک کرنے والے بندے کے اپنے ایمان میں شک ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ سارے صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے جانثار تھے۔ بلکہ قرآن حکیم میں ایمان اور اسلام میں معیار ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو رکھا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَا اٰمَنَ النَّاسُ﴾ (سورۃ بقرہ آیت ۱۳)

''جب انہیں کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جیسے لوگ ایمان لائے۔''

یہاں ایمان کیلئے ایک شرط مقرر کی ہے کہ تمہارا ایمان ان لوگوں کی طرح کا ہونا چاہئے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ اس وقت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اور بلال و عمار رضی اللہ عنہما جیسے لوگ ایمان لائے تھے۔

اور وہ لوگ جن کا ایمان لوگوں کیلئے کسوٹی اور معیار ہے ان کی اہل بیت سے محبت کا یہ عالم ہے کہ ایک مرتبہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا تھا:

﴿أُرْقُبُوْا مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم فِيْ أَهْلِ بَيْتِهِ﴾[2]

---

[1] صحیح بخاری کتاب المناقب باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما

[2] صحیح بخاری' فضائل اصحاب النبی ا باب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

”حضرت محمد ﷺ کے اہل بیت کے بارے میں آپ کا لحاظ رکھو۔ (یعنی ان کا احترام کرو)

اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ محبت اہل بیت جزو ایمان ہے اس محبت میں کمی درحقیقت ایمان میں کمی ہے۔

صدیقؓ عکس حُسن کمال محمدؐ است
فاروق ظل جاہ و جلال محمدؐ است
عثمان ضیائے شمع جمال محمدؐ است
حیدر بہار باغ خصال محمدؐ است
اسلام ما اطاعتِ خلفائے راشدین
ایمان ما محبت آل محمدؐ است

بغض حسینؓ حوضِ کوثر سے محرومی کا سبب:

روایات اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہیں کہ اہل بیت سے بغض رکھنے والا حوض کوثر سے بھی دھتکار دیا جائے گا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ مَّا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِيْ أَحَدُهُمَا أَعْظَمُ مِنَ الْآخَرِ كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَآءِ إِلَى الْأَرْضِ وَ عِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي وَلَمْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَ عَلَيَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْنِيْ فِيْهِمَا۔﴾[1]

”بے شک میں تمہارے درمیان ایسی دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے، اللہ کی کتاب ہے جو ایک رسی ہے آسمان سے

[1] صحیح جامع ترمذی کتاب المناقب باب مناقب اهل بیت النبی صلی الله علیه وسلم

زمین تک لٹکی ہوئی ہے اور دوسری میری عترت یعنی اہل بیت ہیں۔ یہ دونوں جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ وارد ہوں گے میرے ساتھ حوض کوثر پر۔ سو دیکھو! میرے پیچھے ان کے ساتھ کیا کرتے ہو۔''[1]

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ''عقیدہ واسطیہ'' میں فرماتے ہیں اہل سنت والجماعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے حقیقی محبت اور عقیدت ہے اور یہ ان کے متعلق اس وصیت کی پابندی کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے مقام پر فرمائی تھی کہ

''اے لوگو! میں تمہیں اہل بیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔''

اسی طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ قریشی لوگوں کی بنو ہاشم کے ساتھ بدسلوکی کا ذکر کیا تو آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهِ، لَايُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی يُحِبُّوْكُمْ لِلّٰهِ وَلِقَرَابَتِیْ

''مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے لوگ اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتے جب تک وہ اللہ تعالیٰ اور میری قرابت کا لحاظ رکھتے ہوئے تم سے سچی محبت نہ کریں۔''

مزید فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اصْطَفٰی مِنْ بَنِیْ إِسْمَاعِيْلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كِنَانَةَ، وَاصْطَفٰی قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَيْشٍ بَنِیْ هَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ۔[2]

''اللہ تعالیٰ نے بنو اسماعیل میں سے کنانہ کو منتخب فرمایا' کنانہ میں سے قریش کو' قریش میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔''[3]

---

[1] صحیح جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب اهل بيت النبی صلی اللّٰه عليه وسلم

[2] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ....

[3] شرح عقيده واسطيه، ص۱۴۸، ۱۵۲

گویا نبی ﷺ عرب کے بہترین خاندان میں سے سب سے بہتر انتخاب ہیں اس طرح آپ کا گھرانہ بھی منتخب گھرانہ ٹھہرا جس طرح نبی ﷺ کی محبت ایمان کا حصہ ہے اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا اسی طرح آپ کے گھر والوں سے محبت رکھنا بھی ایمان کا حصہ ہے اور آپ ﷺ نے اس دنیا سے جاتے ہوئے کتاب اللہ اور اہل بیت کی محبت کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کی وصیت فرمائی ان میں سے کسی ایک کی محبت سے دل کا خالی ہو جانا درحقیقت ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے مترادف ہے امام شافعی رحمۃ اللہ نے اسی لئے مدحتِ اہل بیت میں درج ذیل اشعار محبت وعقیدت میں ڈوب کر کہے ہیں۔

یا أَهْلَ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ حُبُّكُمْ
فَرْضٌ مِّنَ اللّٰهِ فِي الْقُرْآنِ أَنْزَلَهُ
كَفَاكُمْ مِنْ عَظِيْمِ الْقَدْرِ أَنَّكُمْ
مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَاصَلٰوةَ لَهُ

”اے نبی ﷺ کے اہل بیت اللہ تعالیٰ نے تمہاری محبت کو فرض قرار دیا ہے اس قرآن میں جس کو اس نے نازل کیا ہے تمہاری عظمت وشان کیلئے یہی کافی ہے کہ جس نے تم پر درود نہیں پڑھا اس کی نماز ہی قبول نہیں۔“[۱]

ایک اور مقام پر امام شافعی رحمۃ اللہ نے محبت اہل بیت سے منہ موڑنے والوں پر ان الفاظ میں تنقید کی ہے۔

لَمَّا رَأَيْتَ النَّاسَ قَدْ ذَهَبَت بِهِمْ
مَذَاهِبُهُمْ فِي الْبَحْرِ الْغَيِّ وَالْجَهْلِ
وَأَمْسَكْتُ حَبْلَ اللّٰهِ وَهُوَ وَلَانهم
كَمَا قَدْ أُمِرْنَا بِاالتَّمَسُّكِ بِالْحَبْلِ

”جب میں نے لوگوں کو دیکھا کہ بے شک وہ ان لوگوں کی روش پر چل رہے

---

۱ مقام حسین ویزید، حبیب اللہ قیصر، ص ۵۱

ہیں جو جہالت اور ہلاکت کے سمندر میں غرق ہیں تو میں نے اللہ کی رسی کو تھام لیا اور وہ ان (اہل بیت) کی محبت ہے جیسا کہ ہمیں اس رسی کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا گیا ہے۔"

اہل بیت کی محبت میں اشعار کہنا یا نثر کے انداز میں خراج عقیدت پیش کرنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی چاند کی تعریف کرے جبکہ چاند تو پہلے ہی بلند ہے اس کی اطمینان بخش چاندنی تو پہلے ہی دلوں کا سکون اور قرار ہے اور اہل بیت سے بغض کا اظہار کوئی قلم سے کرے یا زبان سے وہ چاند پہ تھوکنے کے مترادف ہے اس لئے کہ چاند پہ تھوکا جائے تو وہ چاند تک نہیں پہنچتا بلکہ اپنے ہی منہ پر گر جاتا ہے۔

دنیا میں جنت کی بشارت:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ زبان نبوت سے ان کیلئے جنتی ہونے کا اعلان ہو چکا ہے حسین رضی اللہ عنہ دنیا میں چلتے پھرتے جنتی تھے کیا اہل نظر عظمت حسین بیان کرنے کیلئے کسی ایسی شخصیت سے مقابلہ کے محتاج ہیں جس کے جنتی ہونے کا کوئی حتمی دعویٰ نہیں کرسکتا حسین رضی اللہ عنہ نہ صرف جنتی ہیں بلکہ جنتی مردوں کے سردار بھی ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَّنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ۔[1]

"جس کو پسند ہو کہ کسی جنتی مرد کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔"

حدیث کے الفاظ درحقیقت اعلانیہ کلمات ہیں کہ" جو کسی جنتی مرد کو دیکھنا چاہتا ہو حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔" یہ اعلان تا قیامت کتب احادیث میں جگمگاتا رہے گا اور

[1] مجمع الزوائد ج۹ص ۱۹۲، باب مناقب الحسين بن علی وقال الهيثمی رجاله رجال الصحيح

اس کی ضیاپاشیوں سے عظمت اہل بیت کے دیپ جھلملاتے رہیں گے اور تعصب کی آندھیاں کبھی ان کی روشنی کو بجھا نہ سکیں گی اس لئے کہ کتب احادیث عظمت کے ان چراغوں کیلئے ایک ایسا تیل ہیں جس نے ان کی روشنی کو سدا بہار کر دیا ہے ہاں۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جس روشن الہ کرے

زبان چوسنے کا شرف:

یہ عظمت بھی حسین رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آتی ہے کہ انہوں نے اس زبان کو چوسا جو وحی الٰہی سے حرکت کرتی تھی جس زبان سے تھوڑا سا لعاب کڑوے کنوؤں کو میٹھا بنا دیتا تھا تھوڑے سے کھانے کو اتنا کثیر کر دیتا کہ سینکڑوں صحابہ کھانا کھا لیتے جس زبان سے نکلنے والے لعاب میں برکت ہی برکت تھی اسی زبان کو چوس کے حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی پیاس کو بجھایا تھا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ فَقال أشهدُ لخَرَجْنَا مع رسولِ اللّٰهِ ﷺ حتّی إذا كُنَّا ببعضِ الطريقِ سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الحسنَ والحسينَ وهُمَا يَبْكِيَانِ وهُمَا مع أمّهِما فأسْرعَ السَّيْرَ حتّی اَتَاهُمَا فَسَمِعْتُهُ يقولُ ماشأنُ إبْنَیَّ فقَالتِ العطشُ قال فأخلفَ رسولُ اللّٰهِ ﷺ إلی شَنَّةٍ يَبْتَغِي فيها ماءً او كان الماءُ يَوْمَئِذٍ إعْذَارًا والنَّاسُ يُرِيْدُوْنَ فَنَادٰی هَلْ أحدٌ مِنْكُمْ مَعَهُ مَاءٌ فَلَمْ يَبْقَ أحدٌ اِلَّااخلف بيَدِهِ إلی كَلَامِهِ يَبْتَغِي الْمَاءَ فِی شَنِّهِ فلم يَجِدْ أحَدٌ مِنهُمْ قَطْرَةً فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ ﷺ نَاوِلِيْنِی أحَدَهُما فَناوَلَتْهُ إيَّاهُ مِنْ تَحْتِ الْخِدْرِ فَرايتُ بَيَاضَ ذِرَاعَيْهِمَا حِيْنَ نَاوَلَتْهُ فَاخَذَه فَضَمَّهُ إلَی صَدْرِهِ وهُوَيَضْغو مايَسْكُتُ فَاَدْلَعَ لِسَانَهُ فَجعَلَ يَمُصُّهُ حتیّ هَدَأَ أو سَكَنَ فَلَمْ يَكُنْ لَهُ بُكَاءٌ وَالآخر يَبْكِی كَمَا هُوَ ما يَسْكُتُ ثُمَّ قَالَ نَاوِلِيْنِی الآخرَ

فَنَاوَلَتْهُ إِيَّاه فَفَعَلَ به كَذٰلِكَ فَسَكَتَا فَلَمْ اَسْمَعْ لَهُمَا صَوْتًا۔[1]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ (سفر میں) نکلے، ابھی ہم راستے میں ہی تھے کہ آپ ﷺ نے حسن و حسین علیہما السلام کی آواز سنی دونوں رو رہے تھے اور دونوں اپنی والدہ ماجدہ (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا) کے پاس ہی تھے۔ پس آپ ﷺ ان کے پاس تیزی سے پہنچے۔ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) میں نے آپ ﷺ کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ فرماتے ہوئے سنا: میرے بیٹوں کو کیا ہوا؟ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے بتایا انہیں سخت پیاس لگی ہے۔ نبی اکرم ﷺ پانی لینے کے لئے مشکیزے کی طرف بڑھے۔ ان دنوں پانی کی سخت قلت تھی اور لوگوں کو پانی کی شدید ضرورت تھی۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو آواز دی: کیا کسی کے پاس پانی ہے؟ ہر ایک نے کجاوؤں سے لٹکتے ہوئے مشکیزوں میں پانی دیکھا مگر ان کو قطرہ تک نہ ملا۔ مگر ان کو قطرہ تک نہ ملا۔ آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا: ایک بچہ مجھے دیں انہوں نے ایک کو پردے کے نیچے سے دے دیا۔ پس آپ ﷺ نے اس کو پکڑ کر اپنے سینے سے لگا لیا مگر وہ سخت پیاس کی وجہ سے مسلسل رو رہا تھا اور خاموش نہیں ہو رہا تھا۔ پس آپ ﷺ نے اس کے منہ میں اپنی زبان مبارک ڈال دی وہ اسے چوسنے لگا حتی کہ سیرابی کی وجہ سے سکون میں آ گیا میں نے دوبارہ اس کے رونے کی آواز نہ سنی، جب کہ دوسرا بھی اسی طرح (مسلسل رو رہا تھا) پس نبی ﷺ نے فرمایا: دوسرا بھی مجھے دے دیں تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے

---

[1] طبرانی، المعجم الکبیر، ۳:۵۰ رقم: ۲۶۵۶، هیثمی، مجمع الزوائد، ۹/ ۱۸۱، ہیثمی نے اس کے رواۃ ثقہ قرار دیئے ہیں۔ مزی، تهذیب الکمال، ۶/ ۲۳۱، ابن عساکر، تاریخ دمشق، ۱۳/ ۲۲۱، عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۲/ ۲۹۸، شوکانی، درالسحابه فی مناقب القرابه والصحابه: ۳۰۶، سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱/ ۱۰۶

دوسرے کو بھی نبی ﷺ کے حوالے کر دیا نبی ﷺ نے اس سے بھی وہی معاملہ کیا (یعنی زبان مبارک اس کے منہ میں ڈالی) سو وہ دونوں ایسے خاموش ہوئے کہ میں نے دوبارہ ان کے رونے کی آواز نہ سنی''۔

غور فرمایئے! نبی کائنات ﷺ سے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا پیاس سے بلکنا برداشت نہیں ہو سکا آپ نے بے چینی کے عالم میں قافلہ میں اعلان کیا کہ کسی کے پاس پانی ہے تو حسنین کی پیاس بجھا دے پھر اپنے نواسوں کی تشنگی دور کرنے کیلئے زبان مبارک ان کے منہ میں دے دی کیا میدان کربلا میں اسی حسین رضی اللہ عنہ پر پانی بند کرنے والے شقی القلب لوگوں سے سردار دو جہاں خوش ہوں گے آہ کس قدر ظالم تھے وہ لوگ جنہوں نے نواسہ رسول کو پیاس کی شدت میں شہید کر دیا جن کے نزدیک کسی جانور کا پانی پی کر پیاس بجھا لینا تو جائز تھا لیکن خانوادۂ رسول کیلئے پانی پینا جرم تھا کس قدر بدنصیب تھے وہ لوگ جو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جگر گوشہ کی تڑپتی لاش کو اپنے لئے انعام سمجھتے رہے حالانکہ تاریخ نے ہمیشہ کیلئے ان کے منہ پر کالک مل دی اور انہیں قابل نفرت افراد کا روپ دے دیا اور دوسری طرف سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو وہ عظمت دی کہ ان کی شخصیت تو ایک طرف ان کے جسم سے خون کے قطرات بھی جس سر زمین پر گرے اسے شعراء یوں خراج عقیدت پیش کرنے لگے۔

اے کربلا کی خاک تو اس احسان کو نہ بھول
تڑپی ہے تجھ پر لاش جگر گوشۂ بتول
مظلوم کے لہو سے تیری پیاس بجھ گئی
سیراب کر گیا تجھے خونِ رگِ رسولؐ

(ظفر علی خانؒ)

حسین رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت کو اس وجہ سے بھی چار چاند لگ جاتے ہیں کہ انہیں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا شرف حاصل ہے اور صحابہ کی شخصیات صرف تاریخی حیثیت ہی نہیں رکھتیں بلکہ ان کی شخصیات شرعی حیثیت کی مالک ہیں ان سے محبت ان کا دفاع اور ان کی تعظیم سب شریعت کا حصہ ہیں مثال کے طور پر چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

ایک مُد جو کا مقام:

عَنْ أَبِي سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَاتَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ فَلَوْا أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَابَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَانَصِيْفَهُ[1]

حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اصحاب کو برا بھلا مت کہو اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کر ڈالے تو ان کے ایک مدغلہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا اور نہ ان کے آدھے مد کے برابر۔

صحابہ کا ایک مدغلہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اجر و ثواب میں اتنا بڑھ کے ہے کہ بعد میں آنے والے لوگ احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر کے بھی اس مد کو نہیں پہنچ سکتے اور مد کیا ہے علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:

إِنَّ أَصْلَ الْمُدِّ مُقَدَّرٌ أَنْ يمدَّالرَّجُلُ يَدَيْهِ فَيَمْلَأَ كَفَّيْهِ طَعَامًا۔[2]

"مد جنس طعام کی اس مقدار کو کہتے ہیں جسے آدمی اپنی دونوں ہتھیلیوں میں بھرتا

---

[1] اللؤلؤ والمرجان، کتاب فضائل الصحابہ، باب تحریم سب الصحابہ رضی اللہ عنہم

[2] اسلامی اوزان از فاروق اصغر صارم، بحوالہ نہایہ، ۴/ ۳۰۸

ہے۔"

صحابہ کو گالی دینا لعنت کا باعث:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کرتے ہیں:۔

مَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ۔[1]

"جو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دے اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔"

صحابہ کو گالی دینے والا بندہ پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے لعنتی آدمی ہے اور حسین رضی اللہ عنہ کا شمار بھی صحابہ میں ہے اور یہ بات محکم ہے کہ تابعین یا ان کے بعد آنے والے مقام و مرتبہ میں کسی ادنیٰ صحابی کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے اور حسین رضی اللہ عنہ تو صحابی ہونے کے ساتھ اہل بیت سے بھی تعلق رکھتے ہیں نواسہ ء رسول بھی ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت رکھنے کی وجوہات کیا ہیں امام ذہبی رحمہ اللہ کتاب الکبائر میں لکھتے ہیں:

"صحابہؓ سے ان کے فضائل و مناقب کی بنا پر محبت کی جاتی ہے اور ان کے ساتھ محبت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے' آپ کے مشن کو تروتازہ رکھا' آپؐ کے ساتھ ایمان لائے' آپ کو تقویت دی' اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ آپؐ کی غم خواری کی۔ تو جو شخص ان سے محبت کرے گا وہ یقیناً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے اسی لیے اس نے آپ کے خدمتگاروں سے محبت کی۔ تو گویا صحابہؓ سے محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا عنوان ہے اور صحابہؓ سے بغض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض کا عنوان ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ انصار کے ساتھ محبت رکھنا ایمان میں سے ہے اور ان کے ساتھ بغض رکھنا نفاق میں سے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دین میں خوب سبقت کی اور دوڑ دھوپ کی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کافروں کے ساتھ جس طرح ہو سکا جہاد کیا۔

---

[1] سلسلہ احادیث صحیحہ، جلد ۵، حدیث: ۲۳۴۰

اسی طرح علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا ایمان میں سے ہے اور ان سے بغض رکھنا نفاق میں سے ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل کا اندازہ ان کے حالات' سیرت اور کارناموں سے لگایا جاتا ہے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سرانجام دیئے اور آپ ؐ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد جو کردار ان کا رہا۔ مثلاً ایمان کی طرف سبقت کرنا' کافروں سے جہاد کرنا' دین کی نشر و اشاعت' اسلامی شعائر کا اظہار' اللہ اور اس کے پیغمبر ؐ کے کلمے کی سر بلندی کے لیے کوشش' اور آپ ؐ کے فرائض و سنن کی تعلیم۔ اگر یہ پاکباز ہستیاں اللہ نہ بناتا تو ہم تک دین کے اصول و فروع میں سے کچھ بھی نہ پہنچ پاتا' نہ ہمیں کسی فریضے اور سنت کا پتہ چل سکتا' اور نہ ہمیں کوئی حدیث اور خبر مل سکتی۔

لہٰذا جو شخص ان کی جانب طعن و تشنیع سے کام لے اور ان کو گالی دے وہ دین سے اور ملت اسلامیہ سے خارج ہو جاتا ہے کیونکہ ان میں طعن ان کی برائیوں کا دل میں اعتقاد رکھنے کی وجہ سے کیا جاتا ہے اور اس کا سبب ان کے متعلق سینے میں کینہ و بغض ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں جو ان کی مدح و ثنا بیان کی ہے اس کا انکار ہوتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کے متعلق تعریفی کلمات کی نفی اور انکار ہوتا ہے۔

احادیث بیان کرنے کا شرف:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ایک شرف یہ بھی حاصل ہے کہ وہ صاحب روایت صحابی ہیں کتب احادیث میں ان سے مروی احادیث ان کی عظمت کے روشن چراغ ہیں۔ مشکوٰۃ المصابیح کے راویوں پر بحث کرتے ہوئے شیخ ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب رحمۃ اللہ ''اکمال فی السماء الرجال'' میں حرف الحاء کے ضمن میں پانچویں نمبر پر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هُوَ حُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ وَكُنِيَّتُهُ أَبُوْعَبْدِاللّٰهِ سِبْطُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَرِيْحَانَتُهُ وَسَيِّدُ شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ[1]

---

[1] اکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوۃ شیخ ولی الدین ابی عبدا للہ محمد بن عبداللہ الخطیب۔ حرف الحاء فصل فی الصحابہ

''حسین سے مراد حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور ان کے پھول اور اہل جنت میں نوجوانوں کے سردار ہیں۔''

اسی فصل میں حاشیہ نمبر ۴ پر ہے:

قَالَ اِبْنُ حَجْرٍ فِي الْخُلَاصَةِ رَوٰى عَنْ جَدِّهِ صلى الله عليه وسلم ثَمَانِيَةَ أَحَادِيْث

''ابن حجر خلاصہ میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے نانا سے آٹھ احادیث روایت فرماتے ہیں۔''

صحیح ترین سند:

کتب احادیث میں بعض حدیثیں ایسی ہیں کہ جنہیں راوی اپنے باپ اور دادا کے واسطہ سے نقل کرتا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ایک ایسی ہی حدیث کے بارے میں جس کی سند اس طرح سے چلتی ہے۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ[1]

کے متعلق فرماتے ہیں باپ دادا کی روایت بیان کرنے والوں میں یہ سند صحیح ترین اور سب سے بلند درجہ کی ہے۔ تہذیب التھذیب میں ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ کا یہ قول درج ہے۔

دنیائے حدیث میں صحیح ترین سند ﴿زُهْرِی عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ﴾ ہے۔

اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا تعلق اس سلسلہ ذھبیہ سے جڑ جاتا ہے جہاں محدثین حدثنا اور اُخبرنا جیسے محبت بھرے الفاظ بول کے اپنے اساتذہ اور شیوخ کا تذکرہ کرتے ہیں،

[1] فتح الباری، ۳/ ۱۵

ایسے ہی حضرت حسین سے روایت کرنے والوں نے یہ الفاظ استعمال کر کے عظمتِ حسین کو تسلیم کیا ہے، نمونہ کے طور پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح بخاری سے دو حدیثیں درج کر رہے ہیں۔

پہلی حدیث:

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ ابْنُ الْحُسَيْنِ أَنَّ حُسَيْنَ ابْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ ابْنَ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ أَلَا تُصَلِّيَانِ فَقُلْتُ يَارَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْفُسَنَا بِيَدِاللّٰهِ فَإِذَا شَآءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ حِيْنَ قُلْتُ ذٰلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلٍّ يَّضْرِبُ فَخِذَهُ وَهُوَ يَقُوْلُ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا [1]

''امام زہری روایت کرتے ہیں کہ مجھے علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے اور انہیں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک رات رسول اللہ نے انہیں اپنی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آواز دے کر فرمایا کیا تم تہجد کی نماز نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ جب ہمیں اٹھانا چاہے گا اٹھا دے گا، جب میں نے یہ کہا تو آپ لوٹ گئے اور کچھ جواب نہ دیا پھر میں نے سنا جب آپ پیٹھ موڑ کر جا رہے تھے اپنی ران پر ہاتھ مارتے جاتے تھے اور فرما رہے تھے ''وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا'' یعنی انسان سب سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے۔''

دوسری حدیث:

عَنْ عَلِيِّ ابْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ

[1] صحیح بخاری، کتاب التهجد، باب تحریض النبی صلی الله علیه وسلم علی قیام اللیل والنوافل من غیرایجاب ......

أَبِیْ طَالِبٍ أَنَّهٗ قَالَ أَصَبْتُ شَارِفًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِی مَغْنَمٍ یَوْمَ بَدْرٍ قَالَ وَأَعْطَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم شَارِفًا أُخْرٰی فَأَنَخْتُهُمَا یَوْمًا عِنْدَ بَابِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَأَنَا أُرِیْدُ أَنْ أَحْمِلَ عَلَیْهِمَا إِذْ خِرًا لِّأَبِیْعَهٗ وَمَعِیَ صَآئِغٌ مِّنْ بَنِیْ قَیْنُقَاعَ فَأَسْتَعِیْنَ بِهٖ عَلٰی وَلِیْمَةِ فَاطِمَةَ وَحَمْزَةُ بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِب یَشْرَبُ فِیْ ذٰلِكَ الْبَیْتِ مَعَهٗ قَیْنَةٌ فَقَالَتْ یَاحَمْزَةُ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ" فَثَارَ إِلَیْهِمَا حَمْزَةُ بِالسَّیْفِ فَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا ثُمَّ أَخَذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا قَالَ عَلِیٌّ فَنَظَرْتُ إِلٰی مَنْظَرٍ أَفْظَعَنِیْ فَأَتَیْتُ نَبِیَّ اللّٰهُ صلی اللّٰه علیه وسلم وَعِنْدَهٗ زَیْدُ بْنُ حَارِثَةَ فَأَخْبَرْتُهُ الْخَبَرَ فَخَرَجَ وَمَعَهٗ زَیْدٌ فَانْطَلَقْتُ مَعَهٗ فَدَخَلَ عَلٰی حَمْزَةَ فَتَغَیَّظَ عَلَیْهِ فَرَفَعَ حَمْزَةُ بَصَرَهٗ وَقَالَ هَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِیْدٌ لِّآبَائِیْ فَرَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم یُقَهْقِرُ حَتّٰی خَرَجَ عَنْهُمْ وَذٰلِكَ قَبْلَ تَحْرِیْمِ الْخَمْرِ۔[1]

"علی بن حسین رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ بدر کے دن جو غنیمت کا مال ہاتھ آیا اس میں مجھے نبی ﷺ کے ساتھ ایک جوان اونٹنی ملی اور ایک اونٹنی مجھے نبی نے خود عنایت فرمائی میں نے دونوں اونٹنیوں کو ایک انصاری آدمی کے دروازے پر بٹھایا اور میرا ارادہ تھا کہ ان پر اذخر گھاس لاد کر لاؤں اس کو بیچوں میرے ساتھ بنوقینقاع کا ایک سنار بھی تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے جو میں نکاح کرنے والا تھا اس کا ولیمہ کروں، اس وقت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب اسی گھر میں شراب پی رہے تھے اور گانے والی گارہی تھی، اس نے یہ مصرع گایا "اٹھو حمزہ فربہ جوان اونٹنیاں" یہ سن کر حمزہ تلوار لے کر اٹھے اُن کے کوہان کاٹ لئے ان کے پیٹ پھاڑ ڈالے اور

[1] صحیح بخاری، کتاب المساقاۃ، باب بیع الحطب والکلا

کلیجیاں نکال لیں، (حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں واپس آیا) تو میں نے ایک ایسا منظر دیکھا جس سے میں گھبرا گیا میں اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا قصہ کہہ سنایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو لے کر نکلے اور میں بھی ساتھ تھا آپ حمزہ کے پاس پہنچے اور ان پر غصے ہوئے، حمزہ نے (جونشہ کی کیفیت میں تھے) آنکھ اٹھائی اور کہنے لگے تم تو میرے باپ دادا کے غلام ہو یہ حال دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے پچھلے پاؤں لوٹے اور واپس آ گئے اور یہ واقعہ شراب حرام ہونے سے پہلے کا ہے۔"

جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ چومتے رہے

بوسہ آدمی اس چیز کو دیتا ہے جو اسے پیاری ہو اور بوسہ فرط محبت کا اظہار ہے دل کے جذبات اگر زبان پر آئیں تو الفاظ کا روپ دھار لیتے ہیں اور اگر دل کی محبت ہونٹوں پر آئے تو بعض دفعہ وفور شوق میں بوسوں کی شکل اختیار کر لیتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسین رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی محبت کا بارہا اظہار کیا مثال کے طور پر ذیل کی روایت پڑھیے:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِيْ طَائِفَةِ النَّهَارِ لَا يُكَلِّمُنِيْ وَلَا أُكَلِّمُهُ حَتّٰى أَتَى سُوْقَ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ فَجَلَسَ بِفَنَاءِ بَيْتِ فَاطِمَةَ، فَقَالَ أَثَمَّ لُكَعُ أَثَمَّ لُكَعُ؟ فَحَبَسَتْهُ شَيْئًا فَظَنَنْتُ أَنَّهَا تُلْبِسُهُ سِخَابًا أَوْ تُغَسِّلُهُ فَجَاءَ يَشْتَدُّ حَتّٰى عَانَقَهُ وَ قَبَّلَهُ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ أَحْبِبْهُ وَ أَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ۔[1]

''حضرت ابو ہریرۃ الدوسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ دن کے کسی حصہ میں گھر سے چلے میں بھی ساتھ تھا نہ آپ نے مجھ سے کوئی بات کی اور نہ میں نے اسی طرح آپ بنی قینقاع کے بازار میں آئے پھر واپس ہوئے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے آنگن میں بیٹھ گئے پھر فرمایا: (آپ نے پوچھا) وہ بچہ کہاں ہے؟ وہ بچہ کہاں ہے؟ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا (کسی مصروفیت کی وجہ سے) فوراً آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکیں میں نے خیال کیا ممکن ہے حسن رضی اللہ عنہ کو کرتا وغیرہ پہنا رہی ہوں یا نہلا رہی ہوں۔ تھوڑی ہی دیر بعد حسن رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے آپ نے ان کو سینے سے لگا لیا اور بوسہ لیا پھر فرمایا اے اللہ! اسے محبوب رکھ اور اس شخص کو بھی محبوب رکھ جو اس سے محبت رکھے۔''

---

[1] اخرجه البخاري في كتاب البيوع، باب ماذكر في الأسواق ٣/ ٨٧، (ط۔الشعب) واخرجه البخاري، ايضًا في باب: السخاب للصبيان ٧/ ٢٠٥

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بوسے کی اہمیت:

حضرت عابس بن ربیعہ بیان کرتے ہیں:

رَأَیْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ یُقَبِّلُ الْحَجَرَ یَعْنِی الْاَسْوَدَ ۔ وَیَقُوْلُ اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّکَ حَجَرٌ مَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَوْلَا اَنِّی رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یُقَبِّلُکَ مَا قَبَّلْتُکَ۔[1]

''میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا اور وہ فرما رہے تھے میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے (کبھی) بوسہ نہ دیتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے ہوئے اس پتھر کو محبت سے چوم رہے ہیں جس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے ہونٹ مس ہوئے اور ساتھ اس بات کا اظہار بھی کر رہے ہیں ؎

تیرے بوسے کو ہم دیتے ہیں بوسہ حجر اسود پہ
وگرنہ ہم مسلمانوں کا کیا رکھا ہے اس پتھر میں

اگر مسلمانوں نے اپنے نبی کو حجر اسود کا بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو کبھی بھی وہ حجر اسود کو بوسہ نہ دیتے اس لئے کہ حج بھی اطاعت مصطفیٰ کا نام ہے کیا ہمارے لئے یہی کافی نہیں کہ پیغمبر نے اپنے جن پیارے نواسوں کو بوسے دے کر ہمیں اُن سے محبت کی دعوت دی ہے ہم اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر ہی اپنی تحقیق کے بکس بند کر کے اپنے دل میں حسین کی محبت کو جگہ دیں اور نبی کی خاطر اس اختلاف کو ترک کر کے کہ کون حق پر تھا اور کون نہیں تھا محبت اہل بیت کو اپنے دامن میں بھر لیں اور ان کی مدح سرائی میں اپنے قلم کو جنبش دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ثنا خوانوں میں اپنا نام لکھوالیں شاید یہی ہماری سابقہ زندگی کے تاریک دنوں کا کفارہ بن جائے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحج، باب تقبیل الحجر الاسود فی الطواف

اعزازات

سابقہ احادیث کے مطالعہ سے یہ بات نکھر کر سامنے آ جاتی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ محبوب نواسے ہیں جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار اعزازات سے نوازا ہے، یہ وہ اعزاز ہیں جو کسی اور صحابی کے حصہ میں نہیں آئے، یہ اعزاز نہ تو کوئی ان سے چھین سکتا ہے اور نہ ہی کتب احادیث سے عظمتِ حسین رضی اللہ عنہ کے ان روشن چراغوں کو بجھایا جا سکتا ہے۔

① نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حسین رضی اللہ عنہ کا نام خود رکھا ذیل کی روایت میں اس کا ذکر موجود ہے اور امام احمد محمد شاکر نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: لَمَّا وَلَدَ الْحَسَنُ سَمَّيْتُهُ حَرْبًا، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ: أَرُوْنِي ابْنِي مَاسَمَّيْتُمُوْهُ؟ قَالَ: قُلْتُ: حَرْبًا، قَالَ: بَلْ هُوَ حَسَنٌ، فَلَمَّا وَلَدَ الْحُسَيْنُ سَمَّيْتُهُ حَرْبًا، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ: أَرُوْنِي ابْنِي، فَاسَمَّيْتُمُوْهُ؟ قَالَ قُلْتُ: حَرْبًا، قَالَ: بَلْ هُوَ حُسَيْنٌ[1]

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام حرب رکھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف اور فرمایا مجھے میرے بیٹے کی زیارت کراؤ، اس کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے کہا حرب، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ وہ تو حسن ہے، اور جب حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام حرب رکھا، چنانچہ

[1] الحدیث اخرجه الطیالسی فی مسنده ح:۱۲۹، والإمام احمد۱/ ۹۸، میمنیة، وبرقم ۷۶۹ط، شاکر، وقال: اسناده صحیح، والحدیث فی مجمع الزوائد۸/ ۵۲، حیث قال: رواه احمد والبزار والطبرانی ذکره ابن حبان فی الثقات، والحدیث مکرر برقم: ۹۵۳، وشبر: امیر

رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے، میں نے کہا حرب، آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ وہ تو حسین ہے۔"

❀ نبی ﷺ کی جانب سے حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کا عقیقہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: عَقَّ رَسُولُ اللّٰهِ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ بِكَبْشَيْنِ كَبْشَيْنِ۔[1]

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی طرف سے عقیقے کے دو دو دنبے ذبح کئے۔"

❀ حسینؓ کی دعا حق و باطل کے فیصلے کا معیار:

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اگرچہ واضح الفاظ میں فرما دیا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ (احزاب:۴۰)

"محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔"

لیکن نبی ﷺ نے خصوصی شفقت کی وجہ سے حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کو وہ مقام دیا جو بیٹوں کو دیا جاتا ہے، چنانچہ کتب احادیث میں یہ روایت موجود ہے:

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ (فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا وَاَبْنَاءَ كُمْ) دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلِيْ۔[2]

---

[1] نسائی، السنن، ۷/ ۱۶۵، کتاب العقیقه، رقم: ۴۲۱۹، نسائی السنن الکبری، ۳/ ۷۶، رقم: ۴۵۴۵، سیوطی، تنویر الحوالك، ۱/ ۳۳۵، رقم: ۱۰۷۱، زرقانی شرح الموطا، ۳/ ۱۳۰، شوکانی، نیل الاوطار، ۵/ ۲۲۷، مبارکپوری، تحفة الاحوذی، ۵/ ۸۷، صنعانی، سبل السلام، ۴/ ۹۸

[2] مسلم الصحیح، ۴/ ۱۸۷۱، کتاب فضائل الصحابه، رقم: ۲۴۰۴. ←

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آیت مباہلہ ''آپ فرمادیں آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ'' نازل ہوئی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو بلایا، پھر فرمایا: یا اللہ! یہ میرے اہل (بیت) ہیں۔''

معلوم ہوا کہ نجران کے عیسائیوں سے مباہلہ کے موقع پر وحی الٰہی نے حسنین رضی اللہ عنہما کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹوں جیسا مقام دیا اور ان کی دعا کو حق و باطل کے فیصلہ میں مرکزی حیثیت دی۔

❀ چادرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ میں:

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ جَمَعَ فَاطِمَةَ وَ حَسَنًا وَحُسَيْنًا ثُمَّ أَدْخَلَهُمْ تَحْتَ ثَوْبِهِ ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلِ بَيْتِيْ۔[۱]

''ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ؐ نے فاطمہ سلام اللہ علیھا اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو جمع فرما کر ان کو اپنی چادر میں لے لیا اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔''

☆ حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے والے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی کہ اللہ ایسے بندے سے محبت رکھے۔

☆ دنیا سے جاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کم بیش ایک لاکھ صحابہ کو مخاطب ہو کے یہ الفاظ ارشاد فرمائے: ''لوگو! میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم ان کو پکڑے رکھو

← ترمذی، الجامع الصحیح، ۵/ ۲۲۵، کتاب تفسیر القرآن، رقم: ۲۹۹۹، احمد بن حنبل، المسند، ۱/ ۱۸۵، رقم: ۱۶۰۸

[۱] طبرانی، المعجم الکبیر، ۳/ ۵۳، رقم: ۲۶۶۳، طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۳/ ۳۰۸، رقم: ۶۹۶، ابن موسی، معتصر المختصر، ۲/ ۲۶۶، حاکم، المستدرک، ۳/ ۱۵۸، رقم: ۴۷۰۵، طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۲۲/ ۸، ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳/ ۴۸۶

گے تو گمراہ نہ ہو گے ان میں ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسرے میرے اہل بیت ہیں۔"

یہاں اہل بیت کی محبت کو گمراہی سے بچاؤ کا ایک سبب قرار دے دیا۔

☆ عبادت کے دوران بھی حسین رضی اللہ عنہ کی تکلیف آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے برداشت نہ ہو سکی اس لئے حسین کی خاطر دورانِ خطبہ منبر سے اُترے اور نماز کے دوران سجدہ کو لمبا کر دیا۔

نوٹ: ان سب کی تخریج پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔

صحابہ اور محبتِ اہل بیت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل بیت سے محبت رکھنا ضروری سمجھتے تھے، ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جن سے صحابہ کی اہل بیت سے محبت جھلکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ نمونہ کے طور پہ چند ایک درج ذیل ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اہل بیت سے محبت:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

اُرْقُبُوْ مُحَمَّدًا ﷺ فِی أَھْلِ بَیْتِہٖ[1]

''تم محمد ﷺ کا ان کے اہل بیت کے بارے میں خیال رکھو۔''

ان الفاظ کی شرح کرتے ہوئے حافظ صلاح الدین یوسف (ریاض الصالحین مترجم، طبع دارالسلام) میں لکھتے ہیں، اس میں اہل بیت نبوی کی محبت اور ان کی عزت وتوقیر کو نبی ﷺ کے احترام ووقار کے ساتھ منسلک کردیا ہے، یعنی جو اہل بیت کی عزت کرے گا وہ گویا نبی ﷺ کی قدر ومنزلت کرنے والا شمار ہوگا اس کے برعکس جو دل عظمت اہل بیت سے خالی ہے وہ دل احترام نبوت سے خالی ہے۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہل بیت سے محبت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اہل بیت سے اتنی محبت تھی کہ بخاری کی ایک روایت میں آتا ہے، اُن کے دور میں جب لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ عباس بن عبدالمطلب کے توسل سے بارش طلب کرتے اور کہتے ہم نبی ﷺ کے توسل سے بارش مانگا کرتے تھے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابہ، باب مناقب الحسن والحسین

[2] ریاض الصالحین، جلد اوّل، باب اکرام اھل بیت رسول اللّٰہ او بیان **فضلھم**

اور رب تعالیٰ ہم پر بارش برساتا اور اب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے توسل سے تجھ سے بارش مانگتے ہیں۔ نیز ابن تیمیہ رحمہ اللہ اقتضاء الصراط میں لکھتے ہیں:

وَانْظُرْ إِلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِيْنَ وَضَعَ الدِّيْوَانَ، وَقَالُوْا لَهُ: يَبْدَأُ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ بِنَفْسِهِ، وَقَالَ: لَا! وَلٰكِنْ ضَعُوْا عُمَرَ حَيْثُ وَضَعَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی، فَبَدَأَ بِأَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَنْ يَلِيْهِمْ، حَتّٰی جَاءَ تْ نَوْبَتُهُ فِيْ بَنِيْ عَدِيٍّ، وَهُمْ مُتَأَخِّرُوْنَ عَنْ أَكْثَرِ بُطُوْنِ قُرَيْشٍ۔[1]

''اور دیکھو کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وظائف کا رجسٹر تیار کیا تو لوگوں نے کہا: امیر المومنین! سب سے پہلے آپ اپنا نام لکھیں، آپ نے فرمایا: نہیں، عمر کو وہیں رہنے دو جہاں اسے اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے، پھر سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے نام لکھے۔ پھر ان قبائل کے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ سے قریب تھے۔ قریش کے اکثر قبائل لکھے جانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کے قبیلے بنوعدی کا نمبر آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا نام ان میں لکھا۔''

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی نظر میں:

فاتح مصر سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ کعبۃ اللہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ان الفاظ میں اپنی محبت کا اظہار کیا:

هٰذَا أَحَبُّ أَهْلِ الْأَرْضِ إِلٰی أَهْلِ السَّمَاءِ الْيَوْمَ۔[2]

''اہل زمین میں سے آسمان والوں کے ہاں سب سے زیادہ محبوب یہ (حسین رضی اللہ عنہ) ہیں۔''

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ وہ ہیں جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ

---

[1] اقتضاء الصراط المستقیم، مخالفة اصحاب الجحیم۔ ۱۹۸

[2] سیر اعلام النبلا ج ۳ ص ۲۸۵

سے برسرِ پیکار رہے، لیکن اعترافِ عظمت ہے کہ اہل زمین میں حسین رضی اللہ عنہ کو سب سے بڑھ کر محبوب قرار دے رہے ہیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی محبت:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابونعم فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ حالتِ احرام میں مکھی مارنے کا کیا حکم ہے، اس پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

أَهْلُ الْعَرَاقِ يَسْأَلُوْنَ عَنِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوْا إِبْنَ إِبْنَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم هُمَار رَيْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْيَا۔[1]

''عراق والے مکھی کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ (اس کو قتل کرنا کیسا ہے؟) حالانکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو قتل کر دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں نواسوں کی نسبت فرمایا تھا یہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔''

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اگر چاہتے تو سوال کے مطابق جواب دے دیتے لیکن ان کا دل حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر تڑپ رہا تھا اور عراقیوں کے اس مذموم فعل پر وہ غم و غصہ سے بھرے ہوئے تھے، جب ان سے سوال کیا گیا تو حب اہل بیت نے جوش مارا اور وہ ضبط نہ کر سکے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ناراضگی قاتلین حسین کے منہ پر کسی طمانچہ سے کم نہیں۔

[1] صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کو میں اپنی کتاب کا مضمون نہیں بنانا چاہتا اس لئے کہ شہادتِ حسین پر بعض نام نہاد تحقیق نگاروں اور ناقدین نے اپنے قلم تیشے کی صورت میں استعمال کر کے عظمتِ حسین کی بلند عمارت میں دراڑیں ڈالنے کی کوشش کی ہے، اسی طرح بعض افسانہ نگاروں نے اسے دیومالائی داستانوں میں بدل دیا ہے، تاریخ کے چہرے سے گرد غبار جھاڑ کے بوسیدہ کتابوں کے ذریعہ حقائق تک پہنچنا لمبی تفصیل کا متقاضی ہے۔ اس لئے ''شہادتِ حسین'' پر بندہ احقر الگ سے ایک کتاب لکھنا چاہتا ہے لیکن چونکہ شہادت کے بغیر کتاب نامکمل رہتی ہے اس لئے شہادت حسین سے متعلقہ چند احادیث نقل کر کے آخر میں مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کا ایک مختصر اور جامع مضمون نقل کر دیں گے تاکہ کسی حد تک تشنگی دور ہو سکے۔

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کی خبر عالم بیداری میں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری کے عالم میں جبریل امین کے ذریعہ مطلع کیا گیا کہ آپ کے نواسے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا جائے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طلب کرنے پر جبریل امین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقتل حسین رضی اللہ عنہ کی مٹی بھی لا کر دی کہ یہ سرزمین کربلا کی مٹی ہے جہاں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لختِ جگر کا ناحق خون بہایا جائے گا، جہاں آپ کی محبتوں کا مرکز ومحور پیاس سے تڑپتا ہوا نیزوں کا مقابلہ کرے گا، اس ضمن میں چند روایات درج ہیں۔

ابوعبداللہ فرات کے کنارے صبر کرنا:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ نُجَيٍّ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ سَارَ مَعَ عَلِيٍّ، وَكَانَ صَاحِبَ مِطْهَرَتِهِ، فَلَمَّا حَاذَىٰ نِيْنَوٰى وَهُوَ مُنْطَلِقٌ إِلٰى صِفِّيْنَ فَنَادَى عَلِيٌّ:

اصْبِرْ أَبَا عَبْدِاللّٰهِ، اصْبِرْ أَبَا عَبْدِاللّٰهِ بِشَطِّ الْفُرَاتِ، قُلْتُ: وَمَاذَا؟ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ وَعَيْنَاهُ تَفِيضَانِ، قُلْتُ: يَانَبِيَّ اللّٰهِ أَغْضَبَكَ أَحَدٌ، مَاشَأْنُ عَيْنَيْكَ، تَفِيضَانِ؟ قَالَ: بَلْ قَامَ مِنْ عِنْدِي جِبْرِيْلُ قَبْلُ فَحَدَّثَنِي أَنَّ الْحُسَيْنَ يُقْتَلُ بِشَطِّ الْفُرَاتِ، قَالَ: فَقَالَ: هَلْ لَكَ إِلَى اَنْ أُشِمَّكَ مِنْ تُرْبَتِهِ؟ قَالَ: قُلْتُ نَعَمْ فَمَدَّ يَدَهُ فَقَبَضَ قَبْضَةً مِنْ تُرَابٍ فَأَعْطَانِيْهَا، فَلَمْ أَمْلِكْ عَيْنَيَّ أَنْ فَاضَتَا۔[1]

''حضرت عبداللہ بن نجی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت علی کیلئے وضو کے پانی کا اہتمام کیا کرتے تھے فرماتے ہیں کہ انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر کیا تو جب وہ صفین کی جانب چلتے ہوئے نینویٰ کے مقام پر پہنچے تو بلند آواز سے پکارنے لگے، اے ابو عبداللہ صبر کرنا، اے ابوعبداللہ فرات کے کنارے صبر کرنا، میں نے عرض کیا، یہ کیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، میں ایک دن نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور (دیکھا کہ) آپ کی آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبیؐ: کسی نے آپ کو ناراض کیا ہے؟ آپ کی آنکھوں کا آنسو برسانے سے کیا حال ہو رہا ہے، آپ نے فرمایا: کیوں نہیں تھوڑی دیر پہلے جبریل میرے پاس سے اٹھے ہیں، انہوں نے مجھے بتایا کہ حسین رضی اللہ عنہ کو فرات کے کنارے قتل کر دیا جائے گا، اگر آپ چاہتے ہیں تو میں وہاں کی مٹی آپ کو سونگھا سکتا ہوں، میں نے کہا: ہاں تو جبریل امین نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور ایک مٹھی مٹی پکڑ کے مجھے دے دی، پس میں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکا اور وہ بہہ پڑیں۔''

دوسری روایت میں ہے:

---

[1] اخرجه الإمام احمد فی مسنده ۱/ ۸۵ (میمنیة) وبرقم: ۶۴۸، (ط۔شاکر) وقال: اسناده صحیح، واشار الهیثمی الیه فی مجمع الزوائد ۹/ ۱۸۷، وقال: رواه احمد و ابویعلیٰ والبزار والطبرانی، ورجاله ثقات، ولم ینفرد نُجَیّ بهذا۔

لَقَدْ دَخَلَ عَلَيَّ الْبَيْتَ مَلَكٌ لَمْ يَدْخُلْ عَلَيَّ قَبْلَهَا، فَقَالَ لِيْ: اِنَّ ابْنَكَ هٰذَا حُسَيْنٌ مَقْتُوْلٌ، وَاِنْ شِئْتَ اَرَيْتُكَ مِنْ تُرْبَةِ الْاَرْضِ الَّتِيْ يُقْتَلُ بِهَا، قَالَ: فَاَخْرَجَ تُرْبَةً حَمْرَاءَ۔[1]

''میرے گھر میں ایک ایسا فرشتہ داخل ہوا جو میرے ہاں پہلے کبھی نہیں آیا، اس نے بتایا کہ بلاشبہ تمہارا یہ بیٹا حسین رضی اللہ عنہ قتل کر دیا جائے گا، اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس سرزمین کی مٹی دکھا دیتا ہوں، جہاں اسے قتل کیا جائے گا، چنانچہ اس نے کچھ سرخ مٹی نکال کے دے دی۔''

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دے چکے تھے، ۶۱ھ کے ماہ محرم میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اس دور کے متعلق بھی متعدد روایات ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

میری امت کی ہلاکت چند بے وقوف جوانوں سے:

عَمْرُو بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جَدِّيْ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَّعَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ فِيْ مَسْجِدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الْمَدِيْنَةِ وَمَعَنَا مَرْوَانُ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ سَمِعْتُ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ يَقُوْلُ هَلَكَةُ اُمَّتِيْ عَلٰى يَدَيْ غِلْمَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ غِلْمَةً فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ لَوْشِئْتُ اَنْ اَقُوْلَ بَنِيْ فُلَانٍ وَبَنِيْ فُلَانٍ لَفَعَلْتُ فَكُنْتُ اَخْرُجُ مَعَ جَدِّيْ اِلٰى بَنِيْ مَرْوَانَ حِيْنَ مَلَكُوْا بِالشَّامِ فَاِذَا رَاٰهُمْ غِلْمَانًا اَحْدَاثًا قَالَ لَنَا عَسٰى هٰؤُلَاءِ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنْهُمْ قُلْنَا اَنْتَ اَعْلَمُ۔[2]

''عمرو بن سعید نے کہا مجھ سے میرے دادا (سعید) نے بیان کیا میں مسجد نبوی

---

[1] اخرجه الإمام احمد فی مسنده ٦/ ٢٩٤، سلسلة احادیث صحیحه ٢/ ٨٢٢

[2] صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی صلی اللّٰه علیه وسلم هلاك امتی علی یدی اغیلمة سفهاء

میں مدینہ میں ابوہریرہؓ کے پاس بیٹھا تھا اور مروان بھی وہیں تھا، اتنے میں ابوہریرہؓ نے کہا میں نے پیغمبر سے سنا جو سچے تھے اور اللہ نے اُن کو سچا کیا تھا، آپ فرماتے تھے، قریش کے چند چھوکروں کے ہاتھ میری امت تباہ ہوگی، مروان نے کہا: اللہ اُن پر لعنت کرے چھوکروں کے ہاتھ سے؟ ابوہریرہؓ نے کہا اگر میں چاہوں تو اُن کے نام بیان کردوں، فلاں کے بیٹے، فلاں کے بیٹے، عمرو بن یحییٰ کہتے ہیں میں اپنے دادا کے ساتھ مروان کی اولاد کے پاس جایا کرتا، جب وہ شام کے ملک میں حاکم بن گئے تھے، میرے دادا جب ان کم عمر لڑکوں کو دیکھتے تو کہتے شاید یہ چھوکرے بھی اس حدیث میں داخل ہوں، ہم لوگ کہتے تم جانو۔"

علامہ وحید الزماں رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں تیسر الباری میں لکھتے ہیں: آپ کے فرمانے کا مطلب ہے چھوکروں کی حکومت خرابی اور بربادی کی جڑ ہے، آخر مسلمانوں پر وہ تباہی آئی جب مسلمانوں کے سردار امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، جن سے اسلام کی زینت تھی اور مدینہ منورہ کی بے حرمتی ہوئی، بہت سے صحابہ اور تابعین کو مدینہ میں آ کے شہید کر دیا گیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت کتاب العلم میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ علیه وسلم وِعَائَیْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهٗ فَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْبَثَثْتُهٗ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمَ قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ الْبُلْعُوْمُ مَجْرَی الطَّعَامِ۔[1]

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے (علم کے) دو تھیلے سیکھے، یعنی دو طرح کے علم حاصل کئے ایک کو میں نے (لوگوں میں) پھیلا دیا اور

---

[1] صحیح بخاری شریف، کتاب العلم، باب حفظ العلم

دوسرے کو اگر میں پھیلاؤں تو یہ میرا بلعوم کاٹ ڈالا جائے۔"

امام بخاریؒ نے فرمایا بلعوم نرخرہ ہے جس سے کھانا اترتا ہے۔

دوسری قسم کا علم جس کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں اسے بیان کر دوں تو میری شہ رگ کو کاٹ دیا جائے اس کی وضاحت میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ بِهِ عَلَى الصَّحِيْحِ مِنْ أَقْوَالِ الْعُلَمَآءِ عِلْمُ الْفِتَنِ وَالْوَاقِعَاتِ الَّتِيْ وَقَعَتْ بَعْدَ وَفَاتِهِ عَلَيْهِ السَّلَامِ مِنْ شَهَادَةِ عُثْمَانَ وَشَهَادَةِ الْحُسَيْنِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ وَكَانَ يَخَافَةَ فِي إِفْشَائِهَا وَتعين اسْمَآء أَصْحَابِهَا مِنْ غِلْمَان بَنِيْ اُمَيَّةَ وَفتيَاتِهِمْ۔[1]

"اقوال علماء میں سے صحیح قول کے مطابق اس سے مراد، ان فتن اور واقعات کا علم ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وقوع پذیر ہوئے جیسے حضرت عثمان اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی شہادت وغیرہ کے واقعات ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان واقعات کے افشاء کرنے اور ان فتنہ گروں کے ناموں کے بتانے سے اس لئے ڈرتے تھے کہ کہیں بنی امیہ کے لونڈے اور ان کی نوخیز نسل اس سے برہم ہو کر ان کو قتل نہ کر ڈالے۔"

میدانِ کربلا میں:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا تعلق چونکہ خانوادہ نبوت سے تھا اس لئے ہمت و پامردی اور صبر و ضبط جیسی صفات ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں یہی وجہ ہے کہ میدان کربلا میں انہوں نے بڑے بڑے صدمے سینے پر پہاڑ کی طرح برداشت کر لئے، ہاں فرات کے کنارے غم و الم کے بادل تھے جو اس لٹے پٹے قافلے پر برس رہے تھے، ظلم کے تیر تھے جو قلب و جگر میں پیوست ہو رہے تھے مگر اس دہکتے الاؤ میں خانوادۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی کیسی

---

[1] شرح تراجم ابواب البخاری باب مذکورہ

کیسی مثالیں رقم کیں، آیئے پڑھئے:

مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی تحریر

میدان کربلا میں صبر واستقامت:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی زندگی کو دیکھو کہ کس طرح انہوں نے سخت سے سخت مصائب کے وقت صبر واستقامت، رضاء وتوکل اور رجوع وانابت الی اللہ کا اسوۂ حسنہ پیش کیا۔

پہلا واقعہ:

سب سے پہلے سفر عراق میں جاتے ہوئے جب ''زرود'' مقام پر آپ پہنچے اور آپؓ کو اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کے متعلق اطلاع ملی کہ عبیداللہ بن زیاد گورنر کوفہ نے اسے قتل کر دیا ہے، تو کیا آپ نے جزع وفزع کا اظہار کیا؟ نہیں بلکہ آپ نے سنا تو بار بار یہی پڑھتے رہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

اور یہی قرآن کریم نے اہل صبر کی تعریف میں فرمایا ہے:

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ○ اَلَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُصِیْبَةٌ قَالُوْآ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ○ (البقرۃ:۱۵۵، ۱۵۶)

''صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو یہ لوگ ہیں جب ان کو مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔''

دوسرا واقعہ:

جس وقت ابن زیاد کی بھیجی ہوئی فوجوں نے جو ہزارہا کی تعداد میں تھیں، آپؓ پر اور آپ کے رفقاء پر حملہ کیلئے اقدام کیا۔ اس وقت حضرت امام کے رفقاء کی تعداد کل ۷۲ تھی اور دوسری طرف ہزاروں کی تعداد میں دشمن تھا۔ موت سامنے نظر آ رہی تھی۔ لیکن اس وقت بھی

آپ نے صبر وتوکل اور اعتماد علی اللہ کا کیسا ثبوت پیش کیا؟ اس وقت کی دعا یہ تھی ''الٰہی ہر مصیبت میں تو ہی میرا ملجاو ماویٰ ہے۔ ہر تکلیف میں تجھی پر اعتماد وتوکل ہے۔ کتنی مصیبتیں پڑیں کہ تدبیر نے جواب دے دیا۔ دوست نے بے وفائی کی۔ دشمن نے خوشیاں منائیں۔ مگر میں نے تجھ ہی سے التجا کی اور تو نے ہی میری دستگیری کی۔ آج بھی تجھی سے التجا کی جاتی ہے تو ہی احسان والا اور ہر نعمت کا مالک ہے۔''

تیسرا واقعہ:

جب جنگ کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے تو حضرت حسین اس سے چند منٹ پیشتر اپنے خیمہ میں تشریف لاتے ہیں۔ حضرت زینبؓ کو فرماتے ہیں سب اہل بیت کو جمع کرو۔ سب حاضر ہوتے ہیں، تو آپ ان سب کو مخاطب کر کے یہ وصیت فرماتے ہیں:

اُوْصِيْكُنَّ اِذَا اَنَا قُتِلْتُ فَلَا تَشَقَّقْنَ عَلَيَّ جَيْبًا وَلَا تَلْطَمْنَ عَلَيَّ خَدًّا وَّلَا تَخْدَشْنَّ عَلَيَّ وَجْهًا۔

''تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ میں جس وقت دشمن کے ہاتھوں قتل ہو جاؤں تو میرے ماتم میں نہ گریبان چاک کرنا، نہ اپنے رخساروں پر طمانچے مارنا، نہ اپنے منہ کو زخمی کرنا۔''

چوتھا واقعہ:

جس وقت حضرت حسین میدان کربلا میں قاسم بن حسن کی لاش کو اٹھا کر اپنے خیمہ کے سامنے لائے اور علی اکبر کی لاش کے پہلو میں لٹا دیا تو اہل بیت کے رونے کی آوازیں آپ کو سنائی دیں، آپ نے اس وقت بھی یہی ارشاد فرمایا:

صَبْرًا يَااَهْلَ بَيْتِيْ، صَبْرًا يَّا ابْنَا عُمُوْمَتِيْ، لَا رَاَيْتُمْ هَوَانًا بَعْدَ ذٰلِكَ۔

''اے اہل بیت صبر کرو، اے چچاؤں کی اولاد صبر کرو، اس کے بعد تمہیں کوئی ذلت اور تکلیف آنے والی نہیں۔''

پانچواں واقعہ:

جس وقت حضرت حسن کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے اپنے چچا امام حسین پر تلوار کے وار کو روکا تو ان کا داہنا ہاتھ شانہ سے کٹ کر جدا ہو گیا، تو حضرت امام نے اپنے خاندان کے اس نوجوان کو اپنی چھاتی سے لگایا اور فرمایا:

اِصْبِرْ عَلٰى مَانَزَلَ بِكَ وَاحْتَسِبْ فِيْ ذٰلِكَ الْخَيْرَ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُلْحِقُكَ بِاٰبَآئِكَ الصَّالِحِيْنَ۔

”بھتیجے! جو مصیبت اس وقت تم پر آئی ہے، اس پر صبر کرو اور اس پر اللہ سے ثواب کے امیدوار رہو، اب بہت جلد اللہ تم کو تیرے صالح باپ دادوں سے ملا دے گا۔“

چھٹا واقعہ:

میدانِ کربلا کے سارے واقعات کو لکھنا اور ان میں حضرت حسین کا اسوۂ حسنہ دیکھنا تو زیادہ تفصیل کا طالب ہے۔ اب آخر میں آپ خود حضرت امام کے واقعہ شہادت کو دیکھئے کہ جب آپ کا جسم زخموں سے چور ہو گیا اور آپ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑے۔ تو اس وقت بھی فاطمہؓ کی گود میں پرورش پانے والے، رسول اللہ کے کندھے پر سواری کرنے والے، نوجوانانِ جنت کے سردار حسین بن فاطمہ بنتِ رسول اللہ ﷺ کے منہ سے اگر کچھ کلمات نکلے تو یہی نکلے:

صَبْرًا عَلٰى قَضَائِكَ يَارَبِّ لَآ اِلٰهَ سِوَاكَ

”تیرے فیصلہ پر میں صابر اور راضی ہوں۔ اے میرے رب! تیرے سوا میرا کوئی معبود نہیں۔“[1] (مولانا داؤد غزنوی کا مضمون ختم ہوا)

قتلِ حسین رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کو تکلیف پہنچی:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنا اتنا بڑا فعل تھا کہ جس سے نہ صرف ایمان والوں کے

[1] اسوۂ حسین رضی اللہ عنہ، از سید محمد داؤد غزنوی، صفحہ ۲۸ تا ۳۰

دلوں پر چھریاں چل گئیں بلکہ پیغمبر کائنات ﷺ نے بھی اس پر اذیت محسوس کی، جس کا اندازہ مشکوٰۃ المصابیح کی درج ذیل روایت سے ہوتا ہے اور محدث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت پر صحیح کا حکم لگایا ہے۔

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ فِيْمَا يَرَى النَّائِمُ ذَاتَ يَوْمٍ بِنِصْفِ النَّهَارِ، اَشْعَثَ اَغْبَرَ، بِيَدِهِ قَارُوْرَةٌ فِيْهَا دَمٌ فَقُلْتُ: بِأَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ مَا هٰذَا؟ قَالَ: ﴿هٰذَا دَمُ الْحُسَيْنِ وَاَصْحَابِهِ، وَلَمْ اَزَلْ اَلْتَقِطُهُ مُنْذُ الْيَوْمِ﴾ فَاَحْصِيْ ذٰلِكَ الْوَقْتَ فَاَجِدُ قُتِلَ ذٰلِكَ الْوَقْتَ۔[1]

''ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک روز دوپہر کے وقت میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا، آپ کے بال پراگندہ تھے، جسم غبار آلود تھا، آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی تھی، جس میں خون تھا، میں نے تعجب سے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ حسینؓ اور اس کے رفقاء کا خون ہے اور میں آج صبح سے اس کو اٹھا رہا ہوں۔ (ابن عباسؓ کہتے ہیں) میں نے اس تاریخ کو محفوظ رکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ حسینؓ اسی وقت قتل کیے گئے تھے۔''

مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ مترجم مشکوٰۃ ۔ اس روایت کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ یہاں جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر رنج و تکلیف ہوئی اس کا حال دریافت کرکے عالم ارواح میں آپ کو رنج ہوا اور مغموم ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ عبید اللہ بن زیاد، عمرو بن سعد، شمر اور خولی وغیرہ مردودوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو رنج پہنچایا، پس مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسی حرکت نہ کرے جس سے

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح، کتاب المناقب والفضائل باب مناقب اهل بیت النبی الفصل الثالث، حدیث :٦١٨١، وصححه الالبانی

حضرت کے اہل بیت کو دنیا میں یا آخرت میں رنج پہنچے۔“[1]

حسین رضی اللہ عنہ کا سر عبید اللہ بن زیاد کے سامنے:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس حال میں شہید کئے گئے کہ اپنے وطن سے دور غریب شہر تھے، معصوم بچوں کو اپنے سامنے کٹتے ہوئے دیکھ رہے تھے، پیچھے خیموں میں بے بس عورتیں لاچاری کی تصویر بنی کھڑی تھیں، اس کے باوجود حضرت حسین رضی اللہ عنہ بے دریغ لڑے اور کیفیت یہ تھی:

چلتے تھے چار سمت سے بھالے حسینؓ پر
ٹوٹے ہوئے تھے برچھیوں والے حسینؓ پر
یہ دکھ نبیؐ کی گود کے پالے حسینؓ پر
قاتل تھے خنجروں کو نکالے حسینؓ پر
تیر ستم نکالنے والا کوئی نہ تھا
گرتے تھے اور سنبھالنے والا کوئی نہ تھا

مشہور مؤرخ اکبر نجیب آبادی تاریخ اسلام کی جلد دوم میں لکھتے ہیں:

”حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تنہا رہ جانے کے باوجود جس بہادری و جواں مردی کے ساتھ دشمنوں پر حملے کئے ہیں ان حملوں کی شان دیکھنے والا ان کے ہمراہیوں میں سے کوئی نہ تھا، مگر عمرو بن سعد اور شمر ذی الجوشن آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ ہم نے آج تک ایسا بہادر و جری انسان نہیں دیکھا، اس غم کی داستان اور روح کو مضمحل کر دینے والی کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جسم پر پینتالیس زخم تیر کے تھے مگر آپ برابر دشمنوں کا مقابلہ کئے جا رہے تھے۔ ایک دوسری روایت کے موافق ۳۳ زخم نیزے کے اور ۴۳ زخم تلوار کے تھے اور تیروں کے زخم ان کے علاوہ تھے۔ شروع میں آپ گھوڑے پر سوار ہو کر حملہ آور ہوتے رہے تھے لیکن جب گھوڑا مارا گیا تو پھر پیدل لڑنے

[1] مشکوٰۃ مترجم، اسماعیل سلفی، کتاب و باب مذکورہ

لگے۔ دشمنوں میں کوئی شخص بھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ حضرت حسین میرے ہاتھ سے شہید ہوں بلکہ ہر شخص آپ کے مقابلہ سے بچتا اور طرح دیتا تھا۔ آخر شمر ذی الجوشن نے چھ شخصوں کو ہمراہ لے کر آپ پر حملہ کیا اور ان میں سے ایک نے شمشیر کا ایسا وار کیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بایاں ہاتھ کٹ کر الگ گر پڑا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس پر جوابی وار کرنا چاہا لیکن آپ کا داہنا ہاتھ بھی اس قدر مجروح ہو چکا تھا کہ تلوار نہ اٹھا سکے، پیچھے سے سنان بن انس نخعی نے آپ کے نیزا مارا جو شکم سے پار ہو گیا...... آپ نیزے کا یہ زخم کھا کر گرے، اس نے نیزہ کھینچا اور اس کے ساتھ ہی آپ کی روح بھی کھنچ گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

اس کے بعد شمر نے یا شمر کے حکم سے کسی دوسرے شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر جسم سے جدا کیا۔[1]

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر ایک طشت میں رکھ کر عبید اللہ بن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا یہ وہ سر تھا جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم چوما کرتے تھے اور اپنی چادر میں چھپا لیا کرتے تھے جو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دل کا ٹکڑا اور علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کا قرار تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حمید بن مسلم (جو خولی بن یزید کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر کوفہ میں لایا تھا) روایت کرتا ہے کہ حضرت حسین کا سر ابن زیاد کے روبرو رکھا گیا، مجلس حاضرین سے لبریز تھی، ابن زیاد کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، چھڑی آپ کے لبوں پر مارنے لگا۔

جب اس نے بار بار یہی حرکت کی تو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ صحابی چلا اٹھے۔ ان لبوں سے اپنی چھڑی ہٹا لے قسم اللہ کی میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہونٹ مبارک ان ہونٹوں پر رکھتے تھے اور ان کا بوسہ لیتے تھے'' یہ کہہ کر وہ زار و قطار رونے لگے، ابن زیاد خفا ہو گیا، اللہ تیری آنکھوں کو رلائے واللہ اگر بوڑھا ہو کر سٹھیا نہ گیا ہوتا تو ابھی تیری گردن مار دیتا۔''

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے مجلس سے چلے گئے، اے عرب کے لوگو! آج کے بعد

---

[1] تاریخ اسلام، اکبر شاہ نجیب آبادی، صفحہ ۹۷، طبع الفیصل، اردو بازار، لاہور

سے تم غلام ہوا! تم نے ابن فاطمہ کو قتل کیا۔ ابن مرجانہ (یعنی عبیداللہ) کو حاکم بنایا وہ تمہارے نیک انسان قتل کرتا اور شریروں کو غلام بناتا ہے تم نے ذلت پسند کر لی اللہ انہیں مارے جو ذلت پسند کرتے ہیں۔"[1]

یہی واقعہ جامع ترمذی کے اندر ان الفاظ میں منقول ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ زِيَادٍ فَجِيْءَ بِرَأسِ الْحُسَيْنِ فَجَعَلَ يَقُوْلُ بِقَضِيْبٍ فِي أَنْفِهِ وَ يَقُوْلُ مَا رَأَيْتُ مِثْلَ هٰذَا حُسْنًا لِمَ يُذْكَرُ قَالَ قُلْتُ أَمَا إِنَّهُ كَانَ مِنْ أَشْبَهِهِمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم﴾[2]

"میں ابن زیاد کے پاس تھا وہاں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لایا گیا تو ابن زیاد ان کی ناک میں چھڑی مارنے لگا اور کہتا تھا میں نے ایسا حسن نہیں دیکھا اور یہ کیوں ذکر کیا جاتا ہے' راوی نے کہا کہ میں بولا وہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔"

عبیداللہ بن زیاد کا انجام بد:

تاریخ میں مختار بن عبیدہ بن مسعود ثقفی کا ایک کردار ملتا ہے، یہ یزید کے بعد ایک فتنہ کی شکل میں نمودار ہوا، اس نے اپنے بے شمار معتقد پیدا کرنے کے بعد عجیب وغریب عقائد وضع کر کے اپنی روحانی قوتوں کا اعلان کر دیا۔ (تاریخ اسلام، اکبر شاہ نجیب آبادی، جلد دوم، ص ۱۱۲)

اگرچہ یہ خود ایک گمراہ آدمی تھا تاہم اس کے ہاتھوں عبیداللہ بن زیاد قتل ہوا اس کی فوج نے عبیداللہ بن زیادہ کا سر کاٹ کے کوفہ میں اس کی جانب روانہ کر دیا، نواسہ رسول

[1] انسانیت موت کے دروازے پر، ابوالکلام آزادؒ صفحہ ۱۱۵ ۱۱۶ طبع مکتبہ محمدیہ

[2] جامع ترمذی کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی رضی اللہ عنہ / بخاری کتاب المناقب باب مناقب الحسن و الحسین رضی اللہ عنہما

ﷺ کو چھڑی مارنے والے کا سرکس عبرت کا نمونہ بنا ذیل میں جامع ترمذی کی روایت پڑھیے، حضرت عمارہ بن عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿لَمَّا جِيئَ بِرَأْسِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ وَّ أَصْحَابِهِ نُضِّدَتْ فِي الْمَسْجِدِ فِي الرَّحْبَةِ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِمْ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ قَدْ جَآءَ تْ قَدْ جَآءَ تْ فَإِذَا حَيَّةٌ قَدْ جَاءَ تْ تَخَلَّلُ الرَّءُوْسَ حَتَّى دَخَلَتْ فِي مَنْخَرَيْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ فَمَكَثَتْ هُنَيْهَةً ثُمَّ خَرَجَتْ فَذَهَبَتْ حَتَّى تَغَيَّبَتْ ثُمَّ قَالُوا قَدْ جَآءَ تْ قَدْ جَآئَتْ فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا﴾[1]

''جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر مسجد میں لا کر ڈال دیئے گئے جو رحبہ نامی مقام میں تھی تو میں وہاں گیا اور لوگ اچانک کہنے لگے وہ آیا وہ آیا اور وہ ایک سانپ تھا کہ لوگوں میں سے ہو کر آیا اور عبید اللہ بن زیاد کے نتھنوں میں تھوڑی دیر گھسا رہا پھر نکلا اور چلا گیا اور غائب ہو گیا پھر لوگوں نے کہا کہ وہ آیا وہ آیا وہ پھر گھسا اور اس طرح تین بار یا دو بار کیا۔''

گویا وہ سانپ زبانِ حال سے کہہ رہا تھا کہ نواسۂ رسول ﷺ کے قاتلو! تمہارے چہروں پر لعنت بھیجتا ہوں، تمہاری سزا یہی ہے کہ تم مرنے کے بعد بھی لوگوں کے لئے تماشۂ عبرت بن جاؤ، تمہارا نام بھی لوگ نفرت وحقارت سے لیں گے اور حسین رضی اللہ عنہ سے غیر مسلم بھی یوں محبت کا اظہار کریں گے۔

---

[1] صحیح الاسناد جامع ترمذی للالبانی رحمه الله' کتاب المناقب باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی رضی الله عنه

محبتِ اہل بیت میں ڈوبی ہوئی ایک تحریر

ہمارا یقین ہے کہ اہل بیت سے محبت کرنا ایمان کا حصہ ہے، محبوب سے محبت کا ایک تقاضہ یہ بھی ہے کہ اس کی محبوب چیزیں ہمیں بھی دل و جاں سے پیاری ہوں، حسن و حسین رضی اللہ عنہما پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نواسے ہیں، ان سے محبت بھی ایسی ہی ہونی چاہیے کہ جو قلب وجگر کی گہرائیوں تک اتر جائے، ذیل میں ہم پروفیسر ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کی ایک تحریر درج کر رہے ہیں جس کا ایک ایک حرف حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی محبت سے مہکتا ہوا پھول دکھائی دیتا ہے اور پھولوں کا یہ گلدستہ اُن قارئین کی خدمت میں ہدیہ ہے، جن کے دل ودماغ میں حبِ اہل بیت کی خوشبو بسی رہتی ہے۔ اور یہ محبت ان کی زبان اور ان کے قلم سے جھلکتی رہتی ہے۔

سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کی تحریر:

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا تقاضا ہے کہ جو جو انہیں محبوب تھا، ہم بھی انہیں چاہیں اور ان سے پیار کریں۔ جن جن سے انہیں تعلقِ خاطر تھا ہم بھی ایک قلبی رابطہ ان سے محسوس کریں اور ان کا ادب واحترام ان کی تعظیم وتوقیر جی کی گہرائیوں میں محسوس کریں۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہماری محبت میں نقص ہے اور ہزار ہم محب رسول ہونے کا دعویٰ کریں اگر یہ کیفیت نہیں ہے تو یہ حبِ رسول محض ایک فریب نفس ہے۔ محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے۔ وہ لباس جو محبوب پہنتا ہے اور جس میں اس کی خوشبو بسی ہوئی ہوتی ہے، جی کو بھلا معلوم ہوتا ہے۔ ایک عاشق نے کہا:

"اے گل بتو خورسندم تو بوئے کسے داری"

اے پھول اس لئے بھلا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سے یار کی خوشبو آتی ہے۔ اس

گھر کے در و دیوار پہ پیار آتا ہے جن میں محبوب نے زندگی بسر کی ہو۔ قیس عامری کہتا ہے:

امر علی الدیار دیار لیلی اقبل ذالجدار وذا الجدارا
وما حبُّ الدیار شغفن قلبی ولاکن حبُّ من سکن الدیارا

''میں لیلیٰ کے گھروں گھروں کے پاس سے گزرتا ہوں، کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں، کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں، کچھ ایسی بات نہیں کہاں گھروں کے پتھروں اور اینٹوں پر میں ریجھا ہوا ہوں، نہیں یہ تو اس کی محبت کا تقاضا ہے جو ان گھروں میں رہتا ہے۔''

وہ راہیں جن سے یار گزرتا ہے، ان راہوں پہ پیار آتا ہے۔

وہاں وہاں ابھی رقصاں ہے بوئے عنبر وگل
جہاں جہاں سے چمن میں بہار گزری ہے

قیس عامری کہتا ہے:

من آل لیلی و ابن لیلی

لیلیٰ اب کہاں ہے۔ لیلیٰ کے بچوں کے چہروں میں سے لیلیٰ کی جھلک دیکھتا ہوں۔

یہ محبت کی عام واردات ہیں۔ محبت تو جہاں بھی ہوگی، اس کے برگ و بار یہی ہیں۔ ان کیفیتوں کا حال صحابہ کرامؓ سے پوچھو۔ آپ ﷺ کے وضو سے جو پانی بچ جاتا، صحابہ اس پر جھپٹ پڑتے۔ صحابہ اسے تبرکاً اور تیمناً جسم پر ملتے تھے۔ آپ کا لعاب مبارک صحابہ کے ہاتھوں پر گرتا تھا، آپ حجامت کرواتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کا آپ کے گرد ہجوم ہوتا تھا اور آپ کے بالوں کو سر سے اترتے ہی اچک لیتے تھے۔[1]

پس اس ذات اطہر و اقدس کی محبت کا ایک بدیہی تقاضا ہے کہ اہل بیت سے محبت ہو۔ جیسا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] کتاب الوضو باب استعمال فضل الوضو، انسائی کتاب الطہارۃ، باب الانتفاع بفضل الوضوء ہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، کتاب الفضائل باب فی قرب النبیؐ

احبونی لحب اللّٰہ، واحبوا اھل بیتی لحبی۔ (ترمذی)

''اللہ کی محبت کی بناء پر مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی بناء پر میرے گھرانے کے افراد سے محبت کرو۔''

پھر گھرانا بھی وہ کہ خود اللہ آخری صحیفہ آسمانی میں ان سے خطاب کرتا ہے اور ان کی طہارت اور پاکیزگی کا اعلان کرتا ہے:

انما یریداللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ (الاحزاب:۳۳)

''اے پیغمبرؐ کے گھر والو! اللہ کو تو بس یہی منظور ہے کہ تم سے ہر طرح کی گندگی دور کردے اور تمہیں ایسا پاک صاف کردے جیسا کہ پاک صاف کرنے کا حق ہوتا ہے۔''

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عمر پانچ برس اور بعض روایتوں کے مطابق سات برس تھی۔ البدایہ والنہایہ میں ہے:

کان الصدیق یکرمه ویعظمه وکذالك عمرؓ وعثمان

''حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا احترام کرتے تھے اور ان کی تعظیم بجالاتے تھے اور یہی حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تھا۔''

صحابہ کرام کو جو محبت اور عقیدت حضرت حسنؓ اور حضرت حسین سے تھی، اس کا سرچشمہ وہ وہی محبت اور والہانہ شیفتگی تھی جو صحابہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے تھی۔

اک بات اس میں پائی تھی شوخئ یار کی
ہم نے بھی اپنی جان لڑا دی قضا کے ساتھ

پس جس گھرانے کی محبوبیت کا یہ عالم ہو، اس کی محبت اور یاد میں جو صبحیں اور شامیں بسر ہو جائیں، حاصل عمر رائیگاں ہیں۔ ان کی مدح و توصیف میں جس قدر بھی زبانیں زمزمہ پیرا ہوں کم ہیں۔ ان کی یاد روح کی پاکیزگی اور دل کی طہارت کا ساماں

ہے۔

ساتھیو! اپنے حریم دل میں جھانک کر دیکھو۔ اگر اس میں اہل بیت کی محبت اور بالخصوص حسینؓ بن فاطمہؓ کی محبت نہیں پاتے ہو تو تم یقین کرو کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمہاری محبت بھی محض فریبِ نفس ہے۔ صحابہ کرامؓ کو دیکھو کہ آپ کا پسینہ، آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی، آپ کے موئے مبارک حتیٰ کہ آپ کا لعابِ دہن بھی انہیں عزیز تھا، پھر آہ صد ہزار آہ حرماں اگر تم اپنے سینوں کو حسین بن فاطمہ بنتِ محمد ﷺ کی محبت و تعظیم سے خالی پاتے ہو، یہ بہت بڑی محرومی اور شقاوت ہے۔ تم یقین کرو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اگر تمہارے رگ و پے میں اُتر جائے تو تم ان کے غلاموں کے غلاموں کا بھی ادب کرو۔

آہ! یہ کیسی للّٰہیت کی موت اور ایمان کی جانکنی ہے کہ بعض علماء عین منبر رسول پر کھڑے ہو کر اس محبوب بارگاہِ رسالت، اس جگر گوشہ بتول کا ذکر حقارت آمیز لہجے میں کرتے ہیں، وہ گھرانہ جس سے تم نے فیض حاصل کیا، وہ جن کی جوتیوں کے صدقے میں تمہیں ایمان و اسلام کی معرفت حاصل ہوئی، تم کو کیا ہوا کہ تم ان ہی کی عیب چینیاں کرتے ہو۔ پھر اس عیب چینی اور خوردہ گری کے لئے تمہیں رسول اللہ ﷺ کے منبر کے سوا کوئی اور جگہ نہیں ملتی۔ پھر تم اپنے لب و لہجہ کو تو دیکھو، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے شمر بن ذی الجوشن، یزید اور ابن زیاد نے اہل بیت کے خلاف مقدمے میں تمہیں اپنا وکیل بنالیا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ صحابی بھی تھے اور اہل بیت میں سے بھی تھے، وہ صرف صحابی ہی نہ تھے جلیل القدر علماء صحابہ میں سے تھے۔ وہ صرف اہل بیت ہی سے نہ تھے محبوبِ بارگاہِ رسالت تھے۔ پس حضرت حسینؓ کی شان میں گستاخی، ان کی تنقیص، ان کے بارے میں سوءِ ادب سراسر موجب حرماں ہے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب[1]

[1] قربت کی راہیں، از سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ، صفحہ ۶۳

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کے قلم سے:

دنیا میں انسانی عظمت و شہرت کے ساتھ حقیقت کا توازن بہت کم قائم رہ سکتا ہے، یہ عجیب بات ہے کہ جو شخصیتیں عظمت و تقدس اور قبول و شہرت کی بلندیوں پر پہنچ جاتی ہیں، دنیا عموماً تاریخ سے زیادہ افسانہ اور تخیل کے اندر انہیں ڈھونڈنا چاہتی ہیں، اسی لئے فلسفہ تاریخ کے بانی اوّل ابن خلدون کو یہ قاعدہ بنانا پڑا کہ جو واقعہ دنیا میں جس قدر زیادہ مقبول و مشہور ہوگا اتنی ہی افسانہ سرائی اسے اپنے حصار تخیل میں لے لے گی۔ ایک مغربی شاعر گوئٹے نے یہی حقیقت ایک دوسرے پیرایہ میں بیان کی ہے وہ کہتا ہے کہ انسانی عظمت کی حقیقت کی انتہا یہ ہے کہ افسانہ بن جائے۔

تاریخ اسلام میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شخصیت جو اہمیت رکھتی ہے محتاج بیان نہیں، خلفائے راشدین کے عہد کے بعد جس واقعہ نے اسلام کی دینی سیاسی اور اجتماعی تاریخ پر سب سے زیادہ اثر ڈالا وہ ان کی شہادت کا عظیم واقعہ ہے، بغیر کسی مبالغہ کے کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کے کسی المناک حادثہ پر نسل انسانی کے اس قدر آنسو نہ بہے ہوں گے۔ جس قدر اس حادثہ پر بہے ہیں، تیرہ سو برس کے اندر تیرہ سو محرم گزر چکے ہیں اور ہر محرم اس حادثہ کی یاد تازہ کرتا رہا، حسین رضی اللہ عنہ کے جسم خونچکاں سے دشت کربلا میں جس قدر خون بہا تھا، اس کے ایک ایک قطرہ کے بدلے دنیا اشک ہائے ماتم والم کا ایک ایک سیلاب بہا چکی ہے۔[1]

سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے قلم سے:

جن کے احترام کو قائم رکھنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی ہو:

وَلَنْ يَّتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَ عَلَى الْحَوْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْا فِيْهِمَا۔

(ترمذی)

''دیکھو! کتاب اللہ اور میری اولاد (اہل بیت) دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے تا آنکہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں، پس خیال رکھنا کہ

---

[1] انسانیت موت کے دروازے پر، ص ۹۷، ناشر مکتبہ محمدیہ، ساہیوال

میرے بعد تم ان سے کس طرح کا سلوک کرتے ہو۔"

پس جس خاندانِ نبوت کی محبوبیت اور محمودیت کا یہ مرتبہ ہو اس کی محبت میں جتنی بھی گھڑیاں کٹ جائیں اور جتنی بھی راتیں آنکھوں میں بسر ہوں اور ان کی تعریف و توصیف جس قدر بھی زبانیں زمزمہ پیرا ہوں، یقیناً روح کی سعادت اور دل کی طہارت اور انسانیت کا حاصل ہے۔[1]

---

[1] ... حسین رضی اللہ عنہ، صفحہ ۱۴، ناشر مکتبہ طارق اکیڈمی، فیصل آباد